ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

بانی
شیخ التفسیر حضرت
مولانا احمد علی لاہوری
قدس اللہ سرہ العزیز

نالۂ دل

"مَیں مُلکوں مُلکوں پھرا ــــ کوچے کوچے میں آزادی کے نعروں کو بلند کیا ــــ غاروں ، صحراؤں ، بیابانوں میں زندگی کی تلخ راتیں کاٹیں ــــ ترکی، افغانستان استنبول، رُوس، حجاز، جہاں جہاں میرے قدم پہنچے ــــ ہر جگہ انگریز کے ظُلم نے مُسلمان قوم پر مصائب کی آندھی بپا کر رکھی ہے ــــ میرا فکر زخمی ، جگر مضطرب ، اور میری سوچ درماندہ حال ہے ــــ میں یہ کہاں سے آزادی کی نایاب دولت مہیا کروں ــــ مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو ــــ غداروں اور کاسہ لیسوں نے میرے شیخ الہند کی عالمی تحریک کو نقصان پہنچا کر غلامی کی گھڑیوں کو اور طول دیدیا ہے جس سے میرا وجود نالہ و شیون کا مجسمہ بن کر رہ گیا ہے ــــ مجھے کسی انسان سے اُلفت نہیں رہی ــــ مجھے کوئی غذا اچھی نہیں لگتی ــــ مجھے کسی قسم کا آرام و سکون نہیں ــــ انھوں نے مجھے بے آب و گیاہ بستی میں بستر مرگ پر چھوڑ دیا ہے ــــ" (امام انقلاب مولانا سندھیؒ)

احادیث الرسولؐ

ہمسایہ کا حق

عن عائشة وابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال مازال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت انه سيورثه۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جبریلؑ مجھے ہمیشہ پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ وہ اس کو وارث دلا دیں گے۔

اس حدیث میں ایک اور نہایت موثر دار طریقہ سے پڑوسی کے حق کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریلؑ اللہ کے احکام پہنچاتے تھے کہ لوگوں کو ان پر چلنا سکھائیے۔ چنانچہ آپؐ ان کو سب کے سامنے بیان فرما دیتے تھے۔ اور پھر خود عمل کر کے دکھا دیتے تھے۔ آپؐ کی سیرت ان احکام پر عمر بھر عمل کرنے سے بھری پڑی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود زبانی حدیثوں میں اور بعد میں صحابہ کرامؓ نے بھی اور پھر دین کے عالموں نے کھول کھول کر اللہ کے احکام کو سمجھایا۔ سمجھ دار لوگ۔ قرآن، حدیث اور بزرگوں کی باتوں اور عملوں سے ہر زمانے میں لوگوں کے لیے سیدھے راستے پر چلنے کے قاعدے نکالتے رہیں گے۔

اس حدیث میں اس بات کی تاکید ہے کہ پڑوسی کا حق بہت بڑا ہے۔ اس کا خیال رکھنا ہر شخص کا فرض ہے۔ اس کو اس طریقہ سے سمجھایا گیا ہے کہ جب جبریل علیہ السلام باربار اور اکثر اوقات پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک کرنے پر زور دیتے تھے۔ پڑوسی کا حق ادا کرنے کی اس قدر تاکید سے آپؐ سمجھ گئے کہ بس اب اس کی کسر رہ گئی ہے کہ پڑوسی کو پڑوسی کے مال میں سے وارث کی طرح ایک حصہ دلایا جائے ورنہ اور طرح حق ہمسایہ کی اہمیت پورے طور پر ظاہر کر دی گئی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص کسی شخص کا پڑوسی ہو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ بلا لحاظ مذہب اور دین کے کرے۔ پڑوسی خواہ کسی دین کا پیرو ہو ہمسایہ ہونے کی حیثیت سے وہ نیک سلوک کا مستحق ہے۔ آج کل کی حالت تو ناگفتہ بہ ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان کا دشمن بن چکا ہے۔ اگر دشمن نہیں تو کم از کم ہمدردی کے جذبات سے تو بالکل عاری ہو چکا ہے۔ پڑوسی کے حقوق اور خدمت کا تو کسی کو احساس ہی نہیں رہا۔ شہروں میں یہ حال ہو چکا ہے کہ مہینوں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہمارے ہمسایہ میں کون بستا ہے اور وہ کس حال میں ہے۔

ہمسایہ سے اچھا بُرا سلوک

عن ابي هريرة قال قال رجل يارسول الله ان فلانة تذكر من كثرة صلاتها وصيامها غير انها تؤذي جيرانها بلسانها قال هي في النار۔ قال يارسول الله فان فلانة تذكر قلة صيامها وصدقتها وصلاتها وانها تصدق بالاثوار من الاقط ولا تؤذي بلسانها جيرانها۔ قال هي في الجنة۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں ایک آدمی نے کہا۔ یا رسول اللہؐ! فلاں عورت کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ بہت نماز پڑھتی ہے بہت روزے رکھتی ہے مگر اپنی زبان درازی سے اپنے پڑوسیوں کو ستاتی رہتی ہے آپؐ نے فرمایا: وہ دوزخ میں ہے۔ پھر اس نے کہا یا رسول اللہؐ! ایک اور عورت کی بابت کہتے ہیں کہ وہ روزہ صدقہ نماز میں کمی کرتی ہے۔ بس کچھ پنیر کے ٹکڑے صدقہ دے دیتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذا نہیں دیتی فرمایا: وہ جنت میں ہے۔

اسلام انسان کے اخلاق درست

(باقی ۳۰ پر)

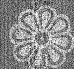
ہفت روزہ
خُدّامُ الدِّین
لاہور

جلد : ۲۲ ٭ شمارہ : ۲۳
۲۳ ربیع الثانی ۹۸ھ ، ۳۱ مارچ ۷۸ء

رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیر
حضرت مولانا عبید اللہ انور

مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

— بدلِ اشتراک —
**
سالانہ ——— ۶۰ روپے
ششماہی ——— ۳۰ روپے
سہ ماہی ——— ۱۵ روپے
فی پرچہ ——— ۱/۵۰ روپیہ



۲۳ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ
۳۱ مارچ ۱۹۷۸ء

مُلحد و بددین عناصر

کسی رعایت کے مستحق نہیں

اسلامی مشاورتی کونسل کے چیئرمین ریٹائرڈ جج محمد افضل صاحب چیمہ نے گزشتہ دنوں کراچی کی ایک تقریب میں تقریر کرتے ہوئے اسلامی نظام کے نفاذ میں دو بنیادی رکاوٹوں کا ذکر کیا جن میں بقول ان کے ایک تو یہ ہے کہ :

"بعض ملحد لوگ اہم عہدوں پر فائز ہیں اور ملحدانہ افکار کی نشرواشاعت میں مصروف ہیں"

دوسری یہ کہ

"بعض مغربی طرزِ زندگی اختیار کیے ہوتے ہیں اور دین کو فرسودہ چیز سمجھتے ہیں"

چیمہ صاحب ماضی میں پاکستان کی مرکزی اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر ، لا سیکرٹری اور عدالتِ عالیہ کے رکن رہ چکے ہیں اور آج کل ایک ایسی کونسل کے سربراہ و چیئرمین ہیں جس کا کام اسلامی نظام کے لیے سادہ لفظوں میں راہ ہموار کرنا ہے۔ عبوری حکومت کے سربراہ نے جب یہ کونسل قائم کی ہے افتتاحی تقریر میں ایسا تاثر دیا کہ یہ کونسل ایک باختیار ادارہ کی حیثیت میں کام کرے گی اور اس کی سفارشات دفتری چکروں سے بالاتر ہو کر فوراً نافذ ہو جائیں گی ، کونسل کے ایک معزز و محترم رکن حضرت مولانا السید محمد یوسف بنوری علیہ الرحمۃ نے اپنی نگرانی میں شائع ہونے والے وقیع ماہنامہ "بینات" کی اشاعت اکتوبر ۷۷ء (جو ان کی زندگی کی آخری اشاعت تھی) میں اس کا ذکر بھی کیا لیکن افسوس کہ اس کے مطابق عمل نہیں ہو رہا۔ کونسل کی کارکردگی کا اس سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ مرحوم مولانا بنوری کی وفات کو پانچ ماہ کا عرصہ ہونے کو ہے۔ لیکن ان کی جگہ ابھی تک دوسرا ممبر نامزد نہیں کیا گیا —— کونسل کی کارکردگی پر لمبا چوڑا تبصرہ کرنے کے بجائے ہم اس یقین کا اظہار کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ مستقبل قریب میں کونسل کی واقعی افادیت



پبلشر : مولانا عبید اللہ انور ، پرنٹر : الٰہی بخش ، مطبع کاسمو پرنٹرز موری گیٹ لاہور

کا کوئی حسین پہلو سامنے نہ آیا تو یہ بھی ایوب و بھٹو کے ادوار کی کونسلوں کی طرح ایک بے جان لاشہ ہو کر رہ جائے گی۔ اور عوام اس سے بھی بدظن ہو جائیں گے

بہرحال اس وقت جو کہنا ہے وہ یہ ہے کہ چیمہ صاحب پڑھے لکھے آدمی ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف النوع کے اہم مناصب پر فائز رہ چکے ہیں اور اب بھی وہ ایک اہم ترین منصب پر فائز ہیں اس لیے اسلامی نظام کے سلسلہ میں جن رکاوٹوں کا انھوں نے تجزیہ کیا وہ نہ صرف ان کے علم و تجربہ کی بنا پر بلکہ واقعتہً بھی سو فیصد درست اور صحیح ہے

اور ضرورت اس بات کی ہے کہ ان رکاوٹوں کو دور کرنے کی موثر تدابیر کی جائیں۔ جہاں تک ان رکاوٹوں کا تعلق ہے، وہ نئی نہیں بہت پرانی ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تقسیم ملک کے ساتھ ہی یہ خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں اور ان خرابیوں نے ہماری ملی و قومی زندگی کا پورا ڈھانچہ تباہ کر ڈالا۔

اصل مصیبت یہ ہوئی کہ مسلم لیگ نے ۱۹۴۰ء میں قرار دادِ پاکستان منظور کر کے "پاکستان" کو اپنی منزل تو قرار دے لیا۔ لیکن حصول منزل کے بعد وطن جدید کی تعمیر نو کے لیے کسی منصوبہ بندی کی ضرورت نہ سمجھی اور نہ ہی کسی قسم کا ہوم ورک کیا۔ ۱۹۴۷ء سے لے کر ۱۹۵۸ء تک کا پورا عرصہ اپنے سیاسی مخالفین کو برا بھلا کہنے، ان کی پگڑیاں اچھالنے اور ان کی کردار کشی میں صرف کر دیا۔ اور سیاسی اختلاف کی بنیاد پر ایسے ایسے اہل اللہ کی توہین کی جو بارگاہ قدس میں درجہ محبوبیت پر فائز تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تقسیم ملک کے ساتھ ہی ملک کی ذمہ دارانہ پوسٹوں پر "وہی گندے انڈے" براجمان ہو گئے یا کر دیئے گئے۔ جنہیں علامہ اقبال مرحوم نے گلی سے باہر پھینک دینے کا مشورہ دیا تھا۔

آپ اندازہ لگائیں کہ "لا الہ الا اللہ" کے نام پر معرض وجود میں آنے والی مملکت کا وزیر خارجہ کادیانی، وزیر قانون ہندو، کئی صوبوں کے گورنر عیسائی، فوج کا سربراہ عیسائی اور کئی مرکزی و صوبائی وزیر متعصب ترین سبائی جن کے رگ و ریشہ میں صحابہ علیہم الرضوان کا بغض اور قرآن کریم کی تحریف کا کافرانہ عقیدہ رچا بسا ہوا تھا۔ اور مختلف محکموں کے ذمہ دار افسران و سربراہ وہ جو لارڈ میکالے کے نظریۂ تعلیم کے مطابق تربیت یافتہ اور انگریز کی ظالمانہ مشینری کے کل پرزے تھے، انہی میں سے تقسیم کے اصولوں کے مطابق ہمارا حصہ ہمیں ملا اور ہم نے انہی لوگوں کے ہاتھ میں زمام اقتدار تھما دی اور ملک کے سیاہ و سفید کا انہیں مالک بنا دیا۔ ان لوگوں کی بدعملیوں نے جو گل کھلائے اس سے ہر شہری واقف ہے۔ اور جانتا ہے کہ انہی لوگوں کے کرتوت ملک کی بربادی کا ذریعہ بنے۔

یہی عناصر تھے جو سیاستدانوں کی اکھاڑ پچھاڑ کا تماشہ دیکھتے دیکھتے خود ملک کے مالک بن گئے۔ یہی لوگ تھے جنھوں نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت لیاقت علی کے قاتلوں اور جنرل نذیر کی سربراہی میں ہونے والی ظالمانہ فوجی بغاوت کے مجرموں کی پشت پناہی کی۔

انہی لوگوں نے قرار داد مقاصد کو ردی کی ٹوکری میں پھنکوا کر دستوریہ کے توڑنے میں موثر کردار ادا کیا اور انہی لوگوں کے ہاتھوں ۱۹۵۳ء کے جزوی مارشل لاء کے بعد ۱۹۵۸ء کا مارشل لاء بدقسمت ملک کا مقدر بنا، یہی بدکردار عناصر ایوب خان جیسے مضبوط اعصاب کے آدمی کو پچھاڑ کر اس کی ناک کا بال بن کر دس سال تک ملک کی قسمت سے کھیلتے رہے، خدا گواہ ہے کہ بربادی وطن کی داستان جب لکھی جائے گی تو الطاف گوہر جیسے لوگ مجرموں کے کٹہرے میں ہوں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ حوادث روزگار نے آج انہیں "قد آور" بنا دیا ہے۔ ایوب خان کے بعد یحییٰ خان جیسا بدمست انسان اسی بیوروکریسی کے نرغہ میں رہا۔ اور بھٹو و قیوم جیسے آوارہ مزاج لیڈروں نے اسے دو آتشہ بنا دیا۔ جس کے مکروہ اثرات آج سات آٹھ سال قبل بھی واضح طور پر محسوس ہو رہے ہیں، حتیٰ کہ ملک کی عنانِ اقتدار بھٹو کے ہاتھ میں آئی تو اس آوارہ مخلوق نے اس بدکردار فاشی اور ظالم و سفاک انسان کی چوکھٹ پر سجدہ ریزی اپنی زندگی کا مشغلہ بنا لیا لیکن غضب تو یہ ہے کہ بھٹو تو چلا گیا لیکن وہ مخلوق آج تک ایک ایک فرد میں موجود ہے اور ملک کا ہر فرد اس مخلوق کی سیاہ عملیوں سے شاکی ہے۔ انتظامیہ کا یہ ملحد و بددین طبقہ، جو راشی بھی ہے اور حرام خور بھی، بددیانت بھی ہے اور کام چور بھی اور مفاد پرست بھی ہے اور عیاش بھی اس کے ہاتھوں آج ملک کا ہر شعبۂ زندگی مفلوج ہے، یہ

بدکردار عناصر سالہا سال سے ملک کی کلیدی آسامیوں پر مسلط ہیں۔ شراب و کباب کے نشہ نے ان کے ضمیر مسخ کر دیتے ہیں۔ اور چونکہ ان کو یقین ہو چکا ہے کہ ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں اس لیے یہ فکر فردا اور خوف احتساب سے بے نیاز ہو کر ملحدانہ افکار کی نشر و اشاعت بھی کرتے ہیں اور قوم کو اخلاق باختگی کی راہ پر بھی لے جاتے ہیں۔ قوم کی وحدت و اتحاد کو پارہ پارہ کرتے ہیں اور فرقہ وارانہ آگ بھڑکانے میں ید طولٰے رکھتے ہیں۔ جیسا کہ وزارت امور مذہبیہ کا مرکزی سیکرٹری ہے جو ایک انجینئر ہونے کے باوجود اس منصب پر فائز ہے اور اس کی کوئی خوبی نہیں سوائے اس کے کہ وہ ایک متعصب قسم کا فرقہ پرست آدمی ہے اور اسی ڈھب پر وہ اپنی وزارت کو لانا چاہتا ہے۔

الغرض اہم عہدوں پر فائز ان روحانی مریضوں کی نشاندہی تو چیمہ صاحب نے کر دی اب ضرورت ہے کہ ان کا فوری علاج کیا جائے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ان میں سے جو اسلام کو بطور عقیدہ و فکر ناقص یا غلط سمجھتے ہیں انہیں بیک بینی و دو گوش نکال کر ایک طرف کیا جائے اور دورِ ملازمت کے اعمال کا بھرپور محاسبہ کر کے ان کی بدعملیوں، عیاشیوں اور لوٹ کھسوٹ پر انہیں عبرت ناک سزا دی جائے اور جو لوگ عقیدہ و فکر کے طور پر تو اسلام کو کامل نظام سمجھتے ہیں لیکن عملی زندگی میں کوتاہ واقع ہوتے ہیں ان کے لیے سخت ترین ضوابط جاری کیے جائیں کہ وہ پنجگانہ نماز کی پابندی کریں، قومی لباس پہنیں، رشوت و سفارش، سرخ فیتہ اور کام چوری کے جرائم چھوڑ دیں، اپنی املاک و جائیداد کے گوشوارے پیش کریں اور ایک ماہ کے اندر اندر اپنی زندگی میں واضح ترین تبدیلی کا عملی ثبوت پیش کریں۔ بصورتِ دیگر انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرح "گورنری" سے معزول کر کے موٹا جھوٹا لباس پہنا کر بیت المال کی بکریوں کا چرواہا بنا دیا جائے کیونکہ جو لوگ اخلاق و شرافت، تہذیب و شائستگی سے اپنے فرائض سرانجام نہیں دے سکتے وہ اسی کے زیادہ مستحق ہیں۔

یہی علاج مغربی طرز زندگی اختیار کرنے والے لوگوں کا ہے چاہے وہ سرکاری افسران ہوں یا زمیندار و صنعت کار، ان دوسرے طبقات (زمیندار و صنعت کار) کی دولت و ثروت اور جاگیر و جائیداد کا فوری محاسبہ اشد ضروری ہے۔ جو خاندان انگریزی دور کے مراعات یافتہ ہیں ان کی زمینیں ضبط کر کے ملک دشمنی و قوم دشمنی کی انہیں سخت سزا دی جائے اور جن لوگوں نے صنعت وغیرہ کے پرمٹ سیاسی بنیادوں پر حاصل کیے ہیں ان کو بھی ان کے کیے کی سزا دی جائے اور زکوٰۃ و عشر کا ایک ایک پیسہ سب سے وصول کیا جائے۔ ذاتی ملکیت کا احترام بےحد ضروری ہے اور ہم اسلامی نقطہ نظر سے اس کے زبردست حامی و مؤید ہیں لیکن قوم کا گلا اور پیٹ کاٹ کر اپنی تجوریاں بھرنے والے عناصر وقت کے وہ قارون ہیں جو اس قابل ہیں کہ انہیں اپنے حرام کے سرمایہ سمیت زیر زمین دفن کر دیا جائے اور یا پھر وہ لوگ اپنی اصلاح کر لیں۔

اس کے ساتھ ہی ہم تعلیم کی دنیا میں فوری اور مؤثر انقلاب کی درخواست کریں گے کیونکہ میکالی نظام کی موجودگی میں کسی خیر کی توق عبث ہے۔ اس کو بیک قلم ختم کر کے قرآن و سنت کی روشنی میں نظام تع کا اہتمام کیا جائے۔ تعلیم کے میدا میں دوعملی کو ختم کر دیا جائے۔ ی قوم کے بچوں کو پیشہ ور طالب عل لیڈروں سے نجات دلانے کی مؤ سعی کی جائے۔ اس لیے کہ اس وقت حصول تعلیم کے بعد آتا

اسی طرح دنیائے صحافت کو ذرا کر جائے کیونکہ اس میدان میں بڑے بڑ سفید ہاتھی موجود ہیں۔ جو سرکا اشتہارات کی بندش کا رونا رو ہیں، جیل یاترا کا ڈھونگ رچاتے اپنے ڈیکلیریشن وغیرہ کی ضبطی کا کرتے ہیں لیکن ان کی زندگی کے ٹھ باٹھ سے اور ہی اندازے ہوتے ہ شیخ الاسلام حضرت مدنی اور امام ا مولانا آزاد جیسے رہنمایان ملت کروڑوں معتقدین کا دل دکھانے وا یہ سیاہ باطن مالکان اخبار و مدیرا

باقی صفحہ ۲۹ پر

جانشینِ شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدظلہم

نصرتِ الٰہی کا حیرت انگیز کرشمہ

اما بعد ! اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁

لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَۃٍ ـــــ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

صدق اللہ العلی العظیم ؁

سورۃ توبہ کی تین آیات ۲۵، ۲۶، ۲۷ تلاوت کی گئیں ۔ ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :

" اللہ بہت سے میدانوں میں تمہاری امداد کر چکا ہے ۔ اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر خوش ہوتے پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی ۔ اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگ ہو گئی ۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر ہٹ گئے ۔ پھر اللہ نے اپنی طرف سے اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر تسکین نازل فرمائی ۔ اور وہ فوجیں اتاریں کہ جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو عذاب دیا ۔ اور کافروں کو یہی سزا ہے ۔ پھر اس کے بعد جسے اللہ چاہے توبہ نصیب کرے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے "

محترم حضرات ! ماہِ ربیع الاوّل ہم سے رخصت ہوا ۔ جس ماہ میں آپ کی ولادت با سعادت اور وفات حسرت آیات ہوئی ۔ اس ماہ کا پیغام مسلمانوں تک پہنچانے کے لیے مختلف مقامات پر شب و روز سیرت النبیؐ کے عنوان سے سینکڑوں جلسے اور اجتماعات ، خوشی و مسرت میں لوگوں نے شیرینی تقسیم کی ۔ میلاد کی محافل منعقد ہوئیں ۔ جھنڈیوں اور بڑے بڑے پوسٹروں سے مکانات اور بازاروں کو سجایا گیا ۔ ہر ایک مسلک کے افراد نے اپنے طور پر دربارِ نبوت میں گلہائے عقیدت پیش کیے اور مسلمانوں کو سیرتِ پیغمبر اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے کی تلقین کی ۔ اور اب ربیع الثانی کے شروع ہوتے ہی وہ تمام محافل اور مجالس ماند پڑ گئیں ۔ جلسوں کے پروگرام کم ہو گئے ۔ اور پھر لوگ زندگی کی عام ڈگر پر چلنے لگے ہیں ۔ گذشتہ ماہ کے حالات و واقعات کو تصوّر میں لا کر ہم غور کریں کہ کیا واقعی ہم میں سے ہر شخص اس بات پر کاربند ہو چکا ہے کہ زندگی کے کسی لمحہ میں آپ کی نافرمانی نہیں کرے گا ؟ اور آپ کی سیرت کو اپنا چکا ہے ؟ آپ کی سُنّت کو دل اور رُوح کی گہرائیوں میں بسا چکا ہے ؟ اور عملی طور پر اس کا اظہار ہر مسلمان کے عمل سے ہو رہا ہے ؟ اگر ہم سیرت کے اس حقیقی پہلو پر نظر کریں تو ہمیں اس بارے میں مایوسی ہو گی ۔ اس لیے کہ ہم نے سیرت کے اصل پیغام کو حرزِ جان بنایا ہی نہیں ۔ گناہوں کی گود میں ہم اسی طرح نشوونما پا رہے ہیں ، معصیت سے آج بھی ہمارا دامن تر ہے ، برائی سے آج بھی ہماری اٹھکیلیاں عروج پر ہیں ۔ فحاشی اور عیاشی آج بھی ہماری زندگی کا لازمہ ہے اور اس سب کے باوجود ہم میں سے ہر ایک اپنی جگہ خوش ہے کہ اس نے ماہِ ربیع الاوّل میں جھنڈیاں لگا کر ، جھنڈے سجا کر ، عمارات و مکانات کو چراغوں ، موم بتیوں اور قمقموں سے سجا کر ڈھول اور طبلے کی تھاپ پر گا کر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی روح مبارکہ کو خوشی پہنچائی ہے اور آپ کی شفاعت کا مستحق بن چکا ہے ۔ اب سال کے گیارہ مہینے جو چاہے وہ دادِ عیش دے ۔ کس قدر ہماری کم فہمی اور احمقوں کی جنّت میں بسنے والی بات ہے ۔

ــــ رند کے رند رہے ہاتھ سے جنّت نہ گئی

سیرت کا اصل پیغام آپ کے ارشادات پر عمل کرنا ہے۔ آپ کے اعمال کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنا ہے۔ اور حیاتِ مستعار کے چند لمحوں میں آپ کی لائی ہوئی شریعت پر خود عمل کرکے دوسروں کو اس پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دینا ہے۔ ہمیں اللہ اس کی اہلیت و صلاحیت عطا فرماتے اور اس ماہ ربیع الثانی اور سال کے دوسرے مہینوں میں بھی ہر حال ہمیں خداوند اپنی رضا اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نصیب فرماتے۔ آمین۔

برادرانِ محترم! سورۃ توبہ کی جو آیات تلاوت کی ہیں۔ ان کا تعلق ایک خاص واقعہ سے ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ پیش آیا۔ ان آیات کا انتخاب اس وجہ سے کیا گیا ہے۔ کہ اس واقعہ میں ہم مسلمانوں کے لیے بہت سے اسباقِ عبرت پوشیدہ ہیں۔ اور نصیحت و موعظت کا وافر سامان موجود ہے۔ یہ واقعہ کب پیش آیا؟ اور اس کے اسباب اور وجوہات کیا تھیں؟ پہلے ان باتوں کا جاننا ضروری ہے تاکہ ذہن میں کوئی خلجان نہ رہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

فتح مکہ کے بعد فوراً آپ کو اطلاع ملی کہ ہوازن و ثقیف وغیرہ بہت سے قبائل عرب نے ایک لشکرِ جرار تیار کرکے بڑے ساز و سامان سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ نے دس ہزار مہاجرین و انصار کی فوجِ گراں لے کر جو مکہ فتح کرنے کے لیے مدینہ سے آپ کے ہمراہ آئی تھی، طائف کی طرف کوچ کر دیا۔ دو ہزار بھی جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوتے تھے، آپ کے ہمراہ تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ بارہ ہزار کی عظیم الشان جمعیت کیل کانٹے سے لیس ہو کر میدانِ جہاد میں نکلی یہ منظر دیکھ کر بعض صحابہ کرام سے نہ رہا گیا۔ بے ساختہ بول اٹھے "آج ہماری اتنی بڑی تعداد کسی سے مغلوب ہونے والی نہیں"۔ یہ جملہ مردانِ توحید سے نکلنا بارگاہِ احدیت میں ناپسند ہوا۔ ابھی مکہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ دونوں لشکر مقابل ہو گئے۔ فریقِ مخالف کی جمعیت چار ہزار تھی۔ جو سر کو کفن باندھ کر اور سب عورتوں بچوں کو ساتھ لے کر ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے پوری تیاری سے نکلے تھے۔ اونٹ، گھوڑے، مویشی اور گھوڑوں کا کل اندوختہ کوڑی کوڑی کرکے ہمراہ لے آئے تھے ہوازن کا قبیلہ تیر اندازی کے فن میں سارے عرب میں شہرت رکھتا تھا۔ اس کے بڑے ماہر تیر اندازوں کا دستہ وادی حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا۔ صحیحین میں براء بن عازب کی روایت ہے کہ پہلے معرکہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی وہ بہت سا مال چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مسلمان سپاہی غنیمت کی طرف جھک پڑے اس وقت ہوازن کے تیراندازوں نے گھات سے نکل کر ایک دم دھاوا بول دیا۔ آن واحد میں چاروں طرف سے اس قدر تیر برسائے کہ مسلمانوں کو قدم جمانا مشکل ہو گیا، اول طلقاء میں بھاگڑ پڑی، آخر سب کے پاؤں اکھڑ گئے، زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی کہ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملتی تھی۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم مع چند رفقاء کے دشمنوں کے نرغہ میں تھے۔ ابوبکر، عمر، عباس، علی، عبداللہ بن مسعود (حضرت ابوسفیان) وغیرہ رضی اللہ عنہم تقریباً سو یا اسی صحابہ بلکہ بعض اہلِ سیر کی تصریح کے موافق کل دس نفوس قدسیہ (عشرہ کاملہ) میدانِ جنگ میں باقی رہ گئے۔ جو پہاڑ سے زیادہ مستقیم نظر آتے تھے۔ یہ خاص موقعہ تھا جب کہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت و توکل اور معجزانہ شجاعت کا ایک محیر العقول نظارہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ آپ سفید خچر پر سوار ہیں۔ عباسؓ ایک رکاب اور ابوسفیانؓ بن حارث ——

دوسری رکاب تھامے ہوتے ہیں - چار ہزار کا مسلح لشکر پورے جوشِ انتقام میں ٹوٹا پڑتا ہے ، ہر چہار طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے ، ساتھی منتشر ہو چکے ہیں - مگر "رفیقِ اعلیٰ" آپ کے ساتھ ہے، ربّانی تائید اور آسمانی سکینہ (اطمینان) کی غیر مرئی بارش آپ پر اور آپ کے گِنے چُنے رفیقوں پر ہو رہی ہے - جس کا اثر آخر کار بھاگنے والوں تک پہنچتا ہے، جدھر سے ہوازن و ثقیف کا سیلاب بڑھ رہا ہے آپ کی سواری کا مُنہ اس وقت بھی اسی طرف ہے اور ادھر ہی آگے بڑھنے کے لیے خچر کو مہمیز کر رہے ہیں ، دل سے خدا کی طرف لو لگی ہے اور زبان پر نہایت استغنا اور اطمینان کے ساتھ " انا النبی لاکذب ، انا ابنِ عبدالمطلب" جاری ہے - یعنی بیشک میں سچا پیغمبر ہوں اور عبدالمطلب کی اولاد ہوں - اسی حالت میں صحابہ کرام کو آواز دی اِلَیَّ عباد اللہ ، اِنّی اَنَا رسُولُ اللہ خدا کے بندو ادھر آؤ ، یہاں آؤ کہ میں خدا کا رسول ہوں، پھر آپ کی ہدایت کے موافق حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو نہایت بلند آواز تھے) نے اصحاب سمرہ کو پکارا جنھوں نے درخت کے نیچے حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعتِ جہاد کی تھی. آواز کا کانوں میں پہنچنا تھا کہ بھاگنے والوں نے سواریوں کا رُخ میدان جنگ کی طرف پھیر دیا جس کے اونٹ نے رُخ بدلنے میں دیر کی وہ گلے میں زرہ ڈال کر اونٹ سے کود پڑا اور سواری چھوڑ کر حضور کی طرف لوٹا ، اسی اثنا میں حضور نے تھوڑی سی مٹی اور کنکریاں اٹھا کر لشکرِ کفار پر پھینکیں جو خدا کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑی ، اُدھر حق تعالیٰ نے آسمانوں سے فرشتوں کی فوجیں بھیج دیں - جن کا نزول غیرمرئی طور پر مسلمانوں کی تقویت و ہمّت افزائی اور کفار کی مرعوبیّت کا سبب ہوا ، پھر کیا تھا کفّار کنکریوں کے اثر سے آنکھیں ملتے رہے ، جو مسلمان قریب تھے انھوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا آناً فاناً میں مطلع صاف ہو گیا. بہت سے بھاگے ہوئے مسلمان لوٹ کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا کہ لڑائی ختم ہو چکی ہزاروں قیدی آپ کے سامنے بندھے کھڑے ہیں اور مالِ غنیمت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں - فسبحان من بیدہ ملکوت کل شیٔ اس طرح کافروں کو دنیا میں سزا دی گئی چنانچہ ہوازن وغیرہ کو اس کے بعد توبہ نصیب ہوئی اور اکثر مسلمان ہو گئے "

حضراتِ گرامی ! مولانا عثمانی قدس سرہٗ کے فاضلانہ قلم سے آپ نے آیات کا شانِ نزول اور واقعات و حالات ملاحظہ فرما لئے جن سے چند باتیں بطورِ خاص سامنے آتی ہیں -

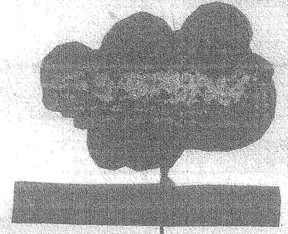
پہلی یہ کہ ہر معاملہ میں اصل سہارا اللہ کی ذات اور اس کی امداد و اعانت کا ہے ، اس کے بغیر دنیا کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا - سورۃ عمران میں بھی اسی سے ملتی جلتی آیت موجود ہے - جس کا مفہوم یہ ہے کہ "اگر اللہ تمہاری امداد کرے تو دنیا کی کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آسکتی اور اگر تم اللہ کی امداد سے محروم ہو جاؤ تو پھر کون ہے جو تمہاری امداد کرے ؟"

دوسری بات جو اس کا واضح اور منطقی نتیجہ ہے وہ یہ ہے کہ اہلِ اسلام کو کسی بھی وقت اپنے وسائل پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے ، صرف اللہ کی ذات پر اعتماد رکھنا چاہیئے ، ایک ہے وسائل کا مہیا کرنا وہ مسلمانوں پر لازم و ضروری ہے جس کا ذکر سورۃ انفال میں ہے ، لیکن وسائل پر بھروسہ نہ ہو بلکہ بھروسہ اللہ پر ہو -

تیسری بات یہ ہے کہ جب انسان اپنے آپ پر انحصار کرے گا تو وہ خدا کی رحمت و امداد سے محروم ہو جائے گا اور جب خدا کی رحمت سے محروم ہو گا تو اس کا دنیا میں کہیں ٹھکانہ نہ ہو گا - جیسا کہ اس واقعہ سے سبق

باقی صفحہ ۲۹ پر

صوفی محمد بوش صاحب



روحانی اور جسمانی امراض

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ○ (اعراف ۱۷۹)

ترجمہ :-

"اور ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے جن اور آدمی پیدا کیے ہیں، ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی گمراہی میں زیادہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔"

تمہید

اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے، اس کا شکر ہے کہ اس نے ہم سب کو اکٹھے ہو کر اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ان پروگراموں کو جو اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت کے لیے بنائے جاتے ہیں، نبھانا انسان کے بس کی بات نہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اس کے فضل کا نتیجہ ہے، اگر وہ نہ چاہے تو دھکے دے کر اپنے دروازے سے ہٹا دے، بندہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جو لوگ مسجدوں میں نہیں آتے، نمازیں نہیں پڑھتے، اللہ کو یاد نہیں کرتے، یہ نہ سمجھو کہ وہ مسجدوں میں نہیں آتے، نہیں! اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اپنے گھر میں آنے نہیں دیتے، دھکے دے کر دور ہٹا دیتے ہیں۔ یہ ان کے لیے فکر کی بات ہے اور ان کو اس میں فکر کرنا چاہیے، خدا کے سامنے رونا چاہیے کہ اے اللہ! ہم سے جو گناہ ہو گئے ہیں ہمیں معاف فرما، اور اپنے دروازے پر حاضری دینے کی ہمیں توفیق نصیب فرما۔

مقصدِ تخلیق

کچھ حضرات کو خدا نے بڑی دولت دی ہے، بڑا مال ہے لاکھوں روپیہ کے مالک ہیں لیکن حج کی توفیق نہیں، بیت اللہ شریف کی زیارت کی توفیق نہیں۔ ساری دنیا کا چکر لگائیں گے، امریکہ کا، انگلینڈ کا، خدا جانے کہاں کہاں پھریں گے، ملک کے اندر بھی جگہ جگہ سیر و تفریح کریں گے، مگر بیت اللہ شریف کی زیارت کی، مدینہ منورہ جانیکی توفیق نہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہیں۔ خدا کسی سے ناراض نہ ہو، جس سے خدا ناراض ہوا تو اس کی عقل ماری جاتی ہے اس کو یاد ہی نہیں رہتا کہ

میں دنیا میں آیا کس لیے ہوں؟

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

پیسہ کمانا۔ دولت کمانا۔ بیاہ کرنا شادی کرنا۔ بچے پیدا کرنا، یہ مقصودِ زندگی نہیں ہے، یہ تو ضروریاتِ زندگی ہیں جو سب کے ساتھ لگی ہوئی ہیں صرف انسانوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ حیوانوں کے ساتھ بھی ہیں۔ پھر وہ دونوں بچے سے محبت بھی کرتے ہیں آپ نے چڑیا کو دیکھا ہوگا کہ وہ اپنی چونچ میں دانہ لے کر بچے کو دیتی ہے خود نہیں کھاتی، اپنی اولاد سے اس کو بڑی محبت ہے لیکن جس مقصد کے لیے اللہ نے ان کو پیدا کیا وہ اپنا مقصدِ تخلیق پورا کر رہے ہیں...

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، انسان کو جس مقصد کے لیے اللہ نے پیدا فرمایا اکثریت ان میں غافل لوگوں کی ہے۔ خدا کی یاد سے دُور، دین سے دُور اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم جو سبق پڑھانے آئے اس سبق کو یاد نہیں کیا، الٹا ان کی مخالفت کر کے جہنم میں چلے گئے اور اللہ کے عذاب کی چکی میں پس گئے لیکن جو مقصودِ زندگی ہے اس پر وہ نہیں آئے۔

اس کے مقابلے میں حیوان ہیں وہ ڈنگر ہیں، جس مقصد کے لیے اللہ نے انہیں پیدا کیا وہ مقصد وہ پورا کر رہے ہیں۔

گھوڑے کی مثال لے لیجیے، مالکِ مجازی کا وہ کام بھی کرتا ہے، سواریاں بھی چلاتا ہے، تانگے کے ساتھ جوت دو تو اس کے ساتھ بھی چلتا ہے اور مالکِ حقیقی کا ذکر بھی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی ساری مخلوقات اللہ کا ذکر کرتی ہے۔

انسانیت کیا چیز ہے؟

میں نے آپ کے سامنے جو آیت پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسانوں کی اور جنات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اصلی انسان، ایک نقلی انسان۔ ایک کھرے انسان ایک کھوٹے انسان۔ انسانیت آئے گی تو اسی ڈھانچے میں آئے گی، اس کے دو ہاتھ ہوں گے، دو آنکھیں ہوں گی ایک ناک ہوگا، دو پاؤں ہوں گے سر ہوگا، اسی طریقے سے بولیں گے، باتیں کریں گے، انسانیت اسی ڈھانچے میں آئے گی لیکن انسان صحیح معنوں میں انسان تب بنے گا، جب وہ انسانیت والے کام کرے گا، اور انسانیت والے کام کون سے ہیں؟ جو اللہ اور اس کے رسول نے بتلائے ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے احکام پر عمل نہیں کرتے، خدا کی یاد میں نہیں رہتے بلکہ خدا کے احکام کی نافرمانی کرتے ہیں وہ تو ڈنگر ہیں، چوپائے ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں، اس لیے کہ چوپاؤں کو جس مقصد کے لیے اللہ نے پیدا کیا، وہ مقصد تو وہ پورا کر رہے ہیں نا۔

بھینس ہے، گائے ہے، دودھ دیتی ہے اگر خدانخواستہ وہ مر بھی جائے تو اس کی چمڑی بھی کام آئے گی، ناخن بھی کام آ جائیں گے، سب چیزیں کام آ جائیں گی اور اگر اس کو ذبح کر دیا جائے تو گوشت اس کا کھانے کے کام آتا ہے، ہر چیز اس کی کارآمد ہے۔ لیکن انسان اگر مر جائے تو حکم ہے کہ فوراً اس کو دفن کرو، دنیا سے اس کو لے جاؤ اگر یہ نیک ہے تو فوراً جنت کے دروازے پر پہنچ جائے اور دنیا سے اس کی نجات ہو جائے... اور اگر خدانخواستہ بد ہے تو پھر اس کی لعنت کو دنیا میں نہ رکھو، جلدی سے جلدی اس کو اپنے کندھوں سے اتار کر دفن کر دو۔ اس لیے کہ انسان اگر ذاکر ہے، شاکر ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہیں، یہ زمین پر چلے گا اللہ تعالیٰ آسمانوں پر اس کو یاد کریں گے:

فاذکرونی اذکرکم
واشکروالی ولا تکفرون ۵
(البقرۃ ۱۵۲)

"تم زمین پر اللہ کا ذکر کرو گے اللہ تعالیٰ آسمانوں پر تمہیں یاد کریں گے"۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، تعلیم ہو قرآن کی، صحبت ہو اولیاء کرام کی، تب انسان صحیح معنوں میں انسان بنتا ہے ورنہ انسان میں نہ اخلاق ہیں نہ اس کی عادات ٹھیک ہیں نہ اس کو حقوق ادا کرنے کا کوئی فکر ہے، نہ قبر کا فکر ہے، نہ حشر کا فکر ہے، بس دنیا میں آئے اور

باقی صفحہ ۲۷ پر

اسلامی نظام اور اہلِ علم کی ذمہ داریاں

علماء اکیڈمی میں

علامۃ العصر مولانا محمد سرفراز کا خطاب

یہ ۵ فروری ۸۳ء کا دن ہے۔ ساڑھے گیارہ بجے علماء، طلباء اور اہلِ دانش علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف کے لائبریری ہال کی طرف رواں دواں ہیں۔ دراصل آج "پاکستان میں اسلامی نظام کا قیام" کے عنوان پر ایک تقریب منعقد ہو رہی ہے، جس کے صدر مجلس سپریم کورٹ پاکستان کے ریٹائرڈ جج جناب کیکاؤس صاحب ہیں اور مقرر، محقق العصر حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب صفدر مدظلہم۔

ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے یہ تقریب شروع ہوئی اکیڈمی کے تربیتی کورس میں شریک ایک عالم مولانا غلام مصطفٰی سٹیج سیکرٹری کے طور پر سامنے آتے ہیں اور جسٹس کیکاؤس صاحب سے کرسیِ صدارت سنبھالنے کی درخواست کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی محکمہ اوقاف کے چیف بیرائے پنجاب چودھری محمد شریف صاحب فروکش ہیں، ادھر مہمانِ خصوصی مولانا صفدر... اور خطیبِ اسلام مولانا محمد اجمل، جبکہ جناب محمد یوسف گورایہ ڈائریکٹر علماء اکیڈمی بھی سٹیج پر ہیں۔

ماضی کے ادوار میں محکمہ اوقاف سے وابستہ تلخیاں ذہنوں میں ہیں لیکن ہم پھر بھی چلے گئے۔ ایک تو اس لیے کہ استاذِ مکرم مولانا صفدر مہمانِ خصوصی ہیں دوسرے اس لیے کہ بدلتے ہوئے حالات میں دیکھیں کہ محکمہ کا رول کیا ہے؟

بہر حال کسی قدر حالات بدلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ خاص طور پر اکیڈمی کی سطح پر "علم کی روشنی پھیلانے" کا سلسلہ زوروں پر ہے اور امید کی جا سکتی ہے کہ یہ سلسلہ آئندہ چل کر اچھا ثابت ہو گا۔ مختلف الفکر علماء کرام کو ایک جگہ اکٹھا رکھنا اور فاضل اساتذہ کے لیکچر بہتر نتائج کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اگر محکمہ اوقاف کا انتظامی عملہ بھی یہی روش اختیار کرے تو فرقہ وارانہ کش مکش کافی حد تک ختم ہو سکتی ہے لیکن یہ افسوس ناک امر ہے کہ اس محکمہ کی بعض کالی بھیڑیں ان اختلافات کو بھڑکانے کا باعث بن کر محکمہ کا امیج مسلسل خراب کرتی ہیں اور اس طرح اچھے کام بھی دب کر رہ جاتے ہیں۔

بہر حال سٹیج سیکرٹری نے قاری محمد ایوب صاحب کو دعوتِ تلاوت دی۔ قاری صاحب نے سورۃ والضحیٰ کی تلاوت کیا کی کہ سماں باندھ دیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر گورایہ صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے دردِ دل رکھنے والے ریٹائرڈ جج کیکاؤس صاحب کا شکریہ ادا کیا جو عمر کے اعتبار سے بوڑھے لیکن دل کے

اعتبار سے جوان ہیں اور اس ملک میں اسلامی نظام کے قیام کا شدید جذبہ رکھتے اور اس سلسلہ میں ہمہ وقت اپنے طور پر مصروفِ عمل رہتے ہیں۔

گورایہ صاحب نے مولانا صفدر کو "فاضلِ اجل" قرار دیتے ہوئے ان کا بھی زبردست شکریہ ادا کیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر ان کے پوتے شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی خدماتِ ملّی پر ان کو خراجِ عقیدت پیش کیا، اور علماء کی اجتماعی خدمات کو سراہا۔

انہوں نے اس توقع کا اظہار کیا کہ پوری قوم اعمالِ خیر کو اجتماعی زندگی میں اپنا کر معاشرہ کا دینی رنگ نکھارنے میں اپنا کردار ضرور ادا کرے گی انہوں نے تحریک مجاہدین کی خصوصیت یہ بتائی کہ "اخلاقی اور روحانی اقدار کو اجتماعی زندگی میں لاگو کرنا" اور کہا کہ ہمیں آج بھی اس کی ضرورت ہے۔

اب سٹیج سیکرٹری نے محقق العصر حضرت مولانا صفدر کا تعارف کرانا چاہا تو آپ نے روک دیا کہ یہ طریقہ شرعاً صحیح نہیں...... چنانچہ انہیں دعوتِ خطاب دی، وہ تشریف لائے اور مفصل و پُر مغز خطاب کیا۔ اسلامی نظام کے سلسلہ میں علماء کی ذمہ داریوں کا ذکر کیا اور اسلام کے نظامِ عدل کے سلسلہ میں بعض حقائق بیان فرمائے۔

تقریر کے ایک ایک جملہ پر سامعین و حاضرین دادِ تحسین دے رہے تھے اور صدر اجلاس ٹکٹکی باندھے اس سادہ منش عالم کو دیکھ رہے تھے، جو علم کا پہاڑ ہیں۔

حضرت مولانا کی فاضلانہ تقریر کے بعد صدرِ اجلاس نے مختصر خطاب کیا جس میں اسلام کے نظامِ عدل کی غیروں کے منہ سے تعریف پر چند واقعات بتائے اور مسلمانوں کو متوجہ کیا کہ وہ اس حقیقتِ کبریٰ کی طرف جتنی جلد لوٹ آئیں اتنا ہی ان کے حق میں بہتر ہے۔

پھر محمد سرفراز صاحب نعیمی نے ایک قرارداد کے ذریعہ سکولوں کی سطح پر عربی زبان کی ترویج پر حکومت کو مبارک دی اور علماء کے تعاون کا یقین دلایا۔

آخر میں محکمہ اوقاف پنجاب کے سربراہ چودھری محمد شریف صاحب نے شکریہ کے طور پر مختصر خطاب کیا جس میں انہوں نے ایک ایسی بات کہی جس کے محرک جسٹس کیکاؤس صاحب تھے یعنی عدالتوں میں علماء کے تقرر کی ضرورت نہیں۔ اس مسئلہ پر اخبارات میں لے دے ہوئی اور پھر خاموشی ہو گئی جس کا واضح مقصد یہ تھا کہ محرک محترم کو اپنی رائے پر اصرار نہیں اور نہ ہی انہوں نے اس موقعہ پر کوئی بات کی، لیکن چودھری صاحب نے اس قصہ کو دوبارہ چھیڑا۔ جمہوریت کے دَور میں ہم قدغن تو نہیں لگا سکتے، لیکن اتنا ضرور عرض کریں گے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو بہتر تھا...... اس "وقتی اختلاف" کے باوجود ہم چودھری صاحب کے جذباتِ ملّی و دینی کے قدر دان ہیں اور مختلف انتظامی شعبوں میں ایسے افراد دیکھنے کے متمنی! تو ملاحظہ فرمائیں حضرت مولانا محمد سرفراز صفدر کی تقریر:-

بعد از خطبۂ مسنونہ!

اما بعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً ۔۔ من الخٰسرین

فلا وربک لا یومنون

۔۔۔۔ ویسلموا تسلیماً

ان الدین عند اللّٰہ الاسلام

الیوم اکملت لکم دینکم ۔۔۔۔ دینا

وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۔۔۔

لا یومن احدکم ۔۔۔۔ تبعاً لما جئت بہ

اسلامی نظام میں دو چیزیں ہیں۔ متعلق بالقول اور متعلق بالفعل۔

پہلی چیز کا مطلب ہے کہ ہم قرآن و سنت فقہ، اسلامی اور تاریخِ اسلام کی روشنی میں لوگوں کو یہ بتائیں کہ سب ادیان میں بہترین دین یہی ہے عقیدہ تو ہمارا یہی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ عقل اور دلیل کے اعتبار سے بھی ہم ایسا ثابت کرسکتے ہیں چونکہ چند صدیاں گزر چکی ہیں اور موجودہ مسلمانوں نے اس کا ثمرہ نہیں دیکھا۔ اگر یہ اصول عملاً کہیں رائج ہوتے تو نتائج مختلف ہوتے۔ آج ہمارا عمل و کردار اور سیرت و کریکٹر دوسروں کے لیے سدِ راہ ہے اس لیے بنیادی چیز یہ ہے کہ ہم معقول طریق سے اس کی بہترین ترجمانی کریں۔ ہمارا یہی کام ہے، دوسرا کام جو کرنے کا ہے وہ ہم نہیں کر سکتے کہ اختیار و اقتدار ہمارے ہاتھ میں نہیں، ہم ترغیب و ترہیب سے کام بات کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ اس سلسلہ میں تین واقعات قابلِ تقلید ہیں۔ مستدرک حاکم کی روایت ہے امام حاکم رحمتہ ے سکتے ہیں، عملاً نافذ نہیں کر سکتے کہ یہ حکومت کا کام ہے۔ آج بعض مسائل ایسے ہیں کہ انکو بیان کرتے ہوئے ہم شرماتے ہیں لیکن ایسا نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اصولِ دین واضح ہیں اور اصولِ دین کے بیان کرنے میں شرم نہ ہونی چاہیئے۔

۱۔ جنہوں نے اصولوں کو سمجھا، انہوں نے کسی کی

اللہ علیہ اور امام ذہبی رحمتہ اللہ علیہ دونوں فرماتے ہیں۔۔۔۔ "صحیح علی شرط الشیخین"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دورہ کیا۔ شام۔ دمشق کے قریب پہنچ گئے تو سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جو یکے از عشرہ مبشرہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور "امین ہذہ الامت" ہیں وہ آپ کے استقبال کو آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹنی پر سوار تھے۔ سامنے گہرا نالہ تھا۔ موزے اتار کر کندھے پر ڈال لیے اور ازار سنبھال لیا۔ اونٹنی کی مہار ہاتھ میں تھام لی اور نالہ کو عبور کرنے چل پڑے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے منع کیا کہ مخالفین کے بڑے بڑے لوگ دیکھنے آئے ہیں یہ مناسب نہیں!

فرمایا، تمہارے علاوہ کوئی اور یہ کہتا تو "جعلتہ نکالاً" میں اسے عبرتناک سزا دیتا۔ ہم "اذلنا" (سب سے زیادہ ذلیل) تھے۔ فعزنا اللّٰہ بالاسلام۔ جب ہم اسلام کے بغیر کسی اور چیز سے عزت تلاش کریں گے تو اللہ ہمیں پھر ذلیل کر دے گا۔

۲۔ ابو داؤد شریف میں ہے کہ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ جو دورِ فاروقی میں گورنرِ بصرہ تھے۔ سخت گرمی کے دنوں میں عین دوپہر کے وقت ننگے پاؤں ننگے سر بصرہ کی ریت پر پھر رہے ہیں۔ دیکھنے والوں نے دیکھا تو خیال کیا کہ گورنر ہے۔ قریب جا کر دیکھا تو وہ واقعی فضالہ رضی اللہ عنہ تھے۔ سوال کیا، آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟

وانت امیرنا،

حالانکہ آپ ہمارے امیر ہیں؟ دیکھنے والے کیا تاثر لیں گے؟

فرمایا، میں اپنے محبوب کی بات نہیں چھوڑوں گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ جو امیر ہو وہ کبھی ننگے سر اور ننگے پاؤں چلے تاکہ اسے غریبوں کی غربت کا احساس ہو!

اس لیے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر آج صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوتے تو ہم انہیں مجنوں سمجھتے اور وہ ہمیں مرتد قرار دیتے۔

۴- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جو صاحب سرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان کو منافقین کے نام بھی بتائے لیکن دوسروں کو بتانے سے روکا۔ دورِ فاروقی میں کسی مشکوک شخص کے جنازہ میں یہ شامل ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کا جنازہ پڑھتے، ورنہ نہیں۔ یہی حذیفہ رضی اللہ عنہ دورِ فاروقی میں سفیر بن کر ایران تشریف لے گئے۔ کھانے کے دوران ہاتھ سے لقمہ گر گیا، مستدرک حاکم، مسند احمد اور موارد الظمآن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لقمہ اٹھا کر کھا لو: (

لا یترکہ للشیطان"

"شیطان کے لیے اسے نہ چھوڑو"

شیطان کے کھانے کی توجیہ یہ ہے کہ یا تو وہ حسّاً کھاتا ہے اور یا یہ کہ لقمہ نہ اٹھانے میں تکبر ہے....

اس وجہ سے جب انہوں نے لقمہ اٹھانا چاہا تو دوسرے رفیق نے روکا کہ ایرانی اس بات کو معیوب سمجھتے ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جلال میں آ گئے اور کھڑے ہو کر فرمایا:

"کیا ان احمقوں کے لیے میں اپنے حبیبؐ کی سنت چھوڑ دوں؟

ء اترک سنۃ حبیبی لھؤلاء

الحمقاء ہ

بادشاہ نے ماجرا پوچھا تو ترجمان نے اصل واقعہ بتایا، تو وزیر وغیرہ ہنس پڑے، لیکن بادشاہ سمجھ گیا اور کہا کہ اس کی تہہ میں بڑا راز ہے، جو اپنے نبی کے حکم پر لقمہ کو نہیں چھوڑتے وہ اور کیا چھوڑیں گے۔ اور کیوں چھوڑیں گے؟

یہ مثالیں اس لیے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ دین کے معاملہ میں شرم نہیں کرنی چاہیئے۔ ہمارا ایمان ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس میں خوبی ہی خوبی ہے۔ دنیا کے دانشور اور سکالر اس میں خرابی کی نشاندہی نہیں کر سکتے۔

موطا میں ہے کہ خیبر کی فتح کے موقع پر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو وہاں کا محصل بنایا گیا۔ یہ وہاں گئے تو یہودیوں نے بطورِ رشوت اپنی عورتوں کے زیورات پیش کیے، تاکہ لگان میں تخفیف کر دیں۔

غصہ میں فرمایا.... تم ساری مخلوق میں مبغوض ہو اور بقول طحاوی رحمۃ اللہ علیہ تم نے خدا کے نبیوں کو قتل کیا اور خدا پر افترا باندھے اور موارد الظمآن کی روایت ہے کہ میں اس کا نمائندہ ہوں جو ساری مخلوق میں میرے لیے محبوب ترین ہے اور تم میرے نزدیک قردہ و خنازیر ہو۔ تم پر ظلم نہیں کروں گا کیونکہ سب کتابوں میں ہے کہ بھذا قامت السموات والارض، اس عدل کی بدولت زمین و آسمان قائم ہے، (لیکن رعایت بھی نہ ہو گی) یہ اسلام کا نظامِ عدل و انصاف ہے۔ بخاری شریف میں چند جگہ روایت ہے کہ، حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم جو پہلے عیسائی تھے اور بعد میں بقول ابنِ حجر ۹ھ میں مسلمان ہوئے۔ ان کے سامنے ایک شخص حاضرِ خدمت ہوا اور بھوک سے مرنے کی شکایت کی، دوسرے نے آ کر راستوں میں ڈاکہ اور سفر کی مشکلات کی شکایت کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم نے "حیرہ" (بلد قریب من الکوفۃ) دیکھا ہے؟

عرض کیا، دیکھا نہیں سنا ہے،

فرمایا کہ ایک عورت (من الحیرہ الی الکعبۃ) حیرہ سے کعبہ کو طواف کے لیے جائے گی اور اس کی حالت یہ ہو گی۔ لا یخاف احدا"

الا اللہ، وہ اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں کھائے گی"

حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"فقلت لنفسی"

میں نے دل میں کہا کہ طے قبیلے کے غنڈے کہاں جائیں گے؟

فرماتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جہان سے کوچ کر جانے کے بعد میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

رہا فقر کا سلسلہ تو فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی (جب تک یہ منظر لوگ دیکھ نہ لیں) کہ صدقہ دینے والا پھرے گا لیکن لینے والا کوئی نہیں ہو گا"

امام ابو عبید قاسم بن سلام المتوفی ۲۲۴ھ کی کتاب الاموال، کتاب الخراج لابی یوسف اور محلی جلد ۶، ۷ میں باسناد روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کے ایک صوبے کا گورنر بنا کر بھیجا اور فرمایا کہ "توخذ من اغنیاءھم و ترد الی فقراءھم"

"تم اغنیاء سے اموال وصول کر کے (زکوٰۃ، عشر) غرباء کو لوٹا دو"

ساتھ ہی تاکید فرمائی کہ اس کے مطابق عمل کرنا۔

پہلے سال ۲/۳ حصہ وہاں تقسیم کر دیا اور ۱/۳ مدینہ بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار مغز تھے، پوچھا کہ یہاں بھیج کر وہاں کے غرباء کو تم نے محروم کر دیا؟

عرض کیا، نہیں ضرورت پوری کر کے جو بچ گیا وہ مدینہ بھیجا ہے....

آئندہ سال ۲/۳ حصہ مدینہ بھیجا اور تیسرے سال تمام صدقاتِ یمن، مدینہ روانہ کر دیئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سختی سے پوچھا، کہ یہ کیا کیا؟

عرض کی۔ "آپ تحقیق کروالیں، وہاں کوئی بھی لینے والا نہیں"۔

اسلام کی برکات

حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ "ظہر الفساد فی البر والبحر الخ" کے تحت لکھتے ہیں کہ ابنِ زیاد کے زمانہ میں ایک تھیلی ملی جس میں گندم کے دانے تھے اور ان کی جسامت کھجور کی گٹھلی کے برابر تھی، وزن کیا تو ہر ایک کا ایک تولہ تک وزن تھا اور لکھا تھا کہ یہ دورِ عدل کی مثال ہے۔

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں کہ مصر میں جب ککڑی ناپی گئی تو تیرہ بالشت تھی۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے سنگترہ دیکھا جو تنہا ایک اونٹ پر لادنا مشکل تھا، اس کو دو حصے کر کے لادا۔

حدیث میں ہے کہ نزولِ عیسیٰ کے بعد انار کا دانہ کئی آدمیوں کیلئے کفایت کرے گا اور آدھے دانے کے خول کے نیچے بارش میں کئی آدمی ٹھہر سکیں گے ایک گائے اتنا دودھ دے گی جو کئی خاندانوں کے لیے کفایت کرے گا۔

مستدرک حاکم، مسند احمد اور موارد الظمآن میں ہے کہ بھیڑ بھیڑیئے اکٹھے ہوں گے اور بچے ان کے ساتھ کھیلیں گے۔

نسائی اور ابنِ ماجہ میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "حدودِ الٰہی میں سے ایک حد کے قائم کرنے سے جو فائدہ ہوتا ہے وہ اس بارش سے زیادہ ہے جو ۴۰ دن مسلسل وقفہ وقفہ سے برستی ہے۔ یاد رکھیں کہ بروں کی کثرت سے برکات اٹھ جاتی ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ دیکھا تو فرمایا:

مستریح او مستراح؟

"کہ آرام پانے والا ہے یا لوگوں نے اس سے آرام پایا"۔

سوال ہوا، اس کا مطلب؟

تو فرمایا "کہ اگر اچھا ہے تو اس نے مصائب دنیا سے چھٹکارا حاصل کیا، اور برا ہے تو دنیا کے انسانوں، جانوروں، درختوں حتیٰ کہ مکانوں نے اس سے امن حاصل کر لیا۔"

نیکی و بدی کا اثر ہو کر رہتا ہے جیسا کہ سردی و گرمی کا۔ امام ابن قتیبہ رحمتہ اللہ علیہ "الامامتہ والسیاستہ" میں واقعہ نقل کرتے ہیں کہ کچھ تاجر شام کی سرحد پر پہنچے تو وہاں ایک صاحب تھے، جو بہت مالدار ہونے کے ساتھ انتہائی سخی اور مہمان نواز بھی تھے اور مدینہ طیبہ کے تاجروں اور مسافروں کی تو بہت خدمت کرتے کہ اس کی نسبت افضل ترین خلائق سے ہے۔

~ رخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزمِ خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں
(اقبال)

لیل و نہار یونہی کروٹیں لیتے رہے اور وہ لوگوں کی خدمت میں لگا رہا۔ ایک دن چرواہا آیا۔ اس نے کہا کہ بھیڑیا نے بھیڑ کو کھا لیا۔

تو وہ رونے لگا۔

مسافروں نے تعجب کیا کہ اتنا مہمان نواز اور جودِ سخا کا پیکر ہونے کے باوصف ایک بکری کے نقصان سے اتنا روتا ہے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔

آخر اس نے لوگوں کے اصرار پر اپنے اس قدر رونے کی وجہ یہ بتائی کہ میں بکری کے لیے نہیں روتا، بلکہ میرا خیال ہے کہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔

رسل و رسائل اور خبر کے ذرائع محدود تھے انہوں نے تاریخ نوٹ کر لی۔ بعد میں معلوم کرنے پر اس تاجر کی بات صحیح نکلی۔

آج غلط اقدامات کی وجہ سے انسان خود بھیڑیا بنا ہوا ہے۔

مسلم کی روایت میں ہے کہ ایک وقت آئے گا انسان کی شکل انسان کی ہو گی "و قلوبھم قلوب الذئاب" لیکن دل بھیڑیئے کا ہو گا۔"

ہم نے اپنے مفادات کی خاطر ملاوٹ کر کے لوگوں کی صحتیں برباد کیں، دام بھی پورے وصول کر لیے اور چیز بھی کھری نہ دی۔ حالات جب اس ڈگر پر جا رہے ہوں، ایسے ماحول میں بعض لوگوں کا اسلام سے الرجک ہونا اور یہ کہنا کہ اسلام آ گیا تو لوگوں کے ہاتھ کاٹے جائیں گے، قصاص لیا جائے گا، سنگسار ہوں گے اور کوڑے لگائے جائیں گے۔ اس لیے آپ لوگوں کو اسلام کی خوبیاں سمجھائیں اور بتلائیں کہ اسلام کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ۔

"جو اسلام کے سوا کسی اور نظام کو اپنائے گا۔ اللہ کے ہاں وہ قبول نہیں ہو گا۔"

اور اسی طرح اس آیت کا بھی یہی مفہوم ہے:

فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم

"تیرے رب کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے فیصلوں میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کر لیں۔"

حاکم وہ ہوتا ہے جس کا حکم مانے طوعاً و کرہاً اور حکم وہ ہوتا ہے جس کا حکم طوعاً مانا جائے (علماء نے دونوں میں فرق کیا ہے) یاد رکھیں کہ یہاں پر سفارش اور مشوروں کی بحث نہیں بلکہ عمل درکار ہے کہ ہم اسلام کے بغیر مسلمان نہیں رہ سکتے۔

امام نووی رحمتہ اللہ علیہ نے اربعین کتاب الحجۃ میں نقل کیا ہے:

لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ

"تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائیں۔"

رہا پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کا مسئلہ تو

یہ حقیقت ہے کہ اس ملک کی بنیاد ہی اسلام پر رکھی گئی۔ اس ملک کے حصول کے لیے دس ہزار سے ستر ہزار تک عورتیں بھینٹ چڑھیں۔

بزازیہ، بحرالرائق وغیرہ میں ہے کہ اگر ایک عورت مشرق میں مغلوب ہو تو مغرب والوں پر اس کا چھڑانا فرض ہے، لیکن یہاں قربانیاں دی گئیں، لیکن ہوا کیا؟ بدامنی، بدکرداری، مہنگائی، فحاشی اور بے حیائی نے فروغ پایا۔ آپ کا فرض ہے کہ عوام کا ذہن آپ بنائیں۔ محض ڈنڈے سے سارے مسائل حل نہیں ہوتے۔ خوفِ خدا، خوفِ آخرت کی باتیں لوگوں کے ذہن میں ڈالیں اور اسلامی نظام کی برکات انہیں سمجھائیں....

قیامت کا پچاس ہزار سال کا دن، اور بخاری کی روایت کے مطابق جب سورج قریب تر ہو گا، اور لوگ پسینے میں غرق ہوں گے، اور حالت یہ ہو گی:

یوم یفر المرء من اخیہ و امہ و ابیہ و صاحبتہ و بنیہ

"اس دن انسان اپنے بھائی سے اور ماں سے اور باپ اور بیوی اور اولاد سے بھاگے گا۔"

تو سورۂ معارج میں ہے کہ مجرم اس سودے کو قیامت کے دن پسند کرے گا کہ سب جہنم میں چلے جائیں اور میں بچ جاؤں، لیکن کلاّ، ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ ان حالات میں ذاتی اصلاح کی بڑی ضرورت ہے۔ گورایہ صاحب نے سچ کہا کہ ذاتی اصلاح مقدم ہے۔ تاریخ میں ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر لاکھوں لوگ جنازہ میں شریک ہوئے تو اس دن بیس ہزار یہودی، عیسائی اور مجوسی صرف امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عمل و کردار کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے۔

اور جارج برنارڈشا کا قول ہے:

"سو سال میں اسلام غالب ہو جائے گا"۔
لوگوں نے پوچھا۔ "تو مسلمان کیوں نہیں ہوتا"؟
کہنے لگا کہ "ان بے عمل مسلمانوں میں بیٹھنے کو جی نہیں چاہتا"۔

گویا ہمارا عمل اسلام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ آج ہم اس نعمت سے محروم ہیں، اب وقت آگیا ہے کہ جب تک اسلام مکمل طور پر اس ملک میں نافذ نہ ہو جائے ہم مطمئن ہو کر نہ بیٹھیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیک آرزوؤں کو عملی جامہ پہنائے۔ (آمین) ■■

القصيدة الأولىٰ

فی رثاء الرحلة المجاهد الزاهد العارف باللہ

امیر المومنین فی الحدیث مولانا محمد یوسف البنوری نور اللہ

من

مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی : استاذ الحدیث بالجامعة الاشرفیہ لاہور

لأغالبنّ الحزن فيما يبرمُ — ولأطفئنّ بالصبرِ نارًا يضرمُ

میں ضرور غم کا مقابلہ کرتا رہوں گا اس سلسلے میں جس میں وہ تکلیف دیتا ہے — اور ضرور بجھاتا رہوں گا آبِ صبر سے غم کی جلائی ہوئی آگ کو !

وقد ارتديتُ الصبرَ عند مصيبةٍ — والصبرُ حصنٌ فيه إنّي آسلمُ

میں نے صبر کی چادر اوڑھ رکھی ہے ہر مصیبت کے وقت — اور صبر ہی وہ قلعہ ہے جس میں میں خوب محفوظ رہتا ہوں !

بنيمي التصبّرُ والتشكّرُ كيف لا — وكلاهما فرضٌ وإنّي مسلمُ

میری عادت ہے صبر و شکر کرنا۔ اور کیوں ایسا نہ کروں — جبکہ یہ دونوں فرض ہیں اور میں مسلمان ہوں ،

أأخيّ - كلٌّ لامحالة ميّتٌ — وسينقضي عمرٌ وتبقى أرسمُ

اے میرے پیارے بھائی ! سب لوگ ضرور مرنے والے ہیں — اور یہ عمر گذر کر صرف علامات ہی رہ جائیں گے

اليومَ انت مفاخرٌ ومكاثرٌ — وغدًا تصيرُ الى القبورِ فتعلمُ

آج آپ دنیاوی چیزوں کی کثرت پر فخر کرتے ہو ! — مگر کل آپ نے قبر میں پہنچنا ہے۔ پھر خوب جان لیں گے !

فكأنّ شخصك بعدَ دفنِك لم يكن — في الناسِ يومًا مّا ولم يصحبهمُ

دفنانے کے بعد حال یہ ہوگا کہ گویا آپ نہ رہے تھے — لوگوں میں ایک دن بھی اور نہ ان کے مصاحب رہے

أنظرْ لنفسِك ما استطعت فانّها — داران فردوسُ العلىٰ وجهنّمُ

اپنا خیال رکھ جتنا آپ سے ہو سکے۔ کیونکہ آخرت — میں صرف دو ہی گھر ہیں ، جنت و جہنم

رحلَ السراةُ مهاجرين ديارهم — وستنتهي أعمارُنا وستختمُ

ہمارے بزرگ دنیا سے چل بسے اپنے گھروں کو چھوڑ کر — ہماری عمریں بھی ضرور کسی وقت ختم ہو جائیں گی

هذي الرّبوعُ بلاقعٌ فكأنّها — لم يغنَ فيها قطّ شخصٌ منهمُ

یہ دیکھ ان کے گھر ویران پڑے ہیں —— گویا — ان میں سے ایک شخص بھی ان میں کبھی رہائش پذیر نہ تھا

فهي العظاتُ وحالُها كمقالِها — يا قلبيَ اتّعظنْ ولا تكُ تندمُ

یہ گھر باعث عبرت ہیں۔ ان کا حال منہ بولتا ہے — اے میرے دل ! تو بھی عبرت حاصل کر اور کمینہ نہ بن

ومضیٰ محمد یوسفُ الشیخُ الذی ھو سیّدٌ سندٌ تقیٌّ اکرمٌ!
شیخ مولانا محمد یوسف صاحب بنوری چلے گئے۔ وہ جو سردار، معتمد، متقی اور شریف تھے

ومضیٰ امیرالمومنین روایۃً ودرایۃً - ھا بابُ علمٍ معجمٌ
وفات پا گئے وہ جو روایت و درایت میں امیرالمومنین تھے۔ افسوس کہ علم کا دروازہ بند ہو گیا

ماریتَ یا قبرَالکریم محدّثاً ومفسّراً ثقۃً و من ھو یخدمُ
اے مولانا کی قبر! تو نے چھپا دیا ہم سے محدث و ثقہ مفسر۔ اور وہ جو ہمارا مخدوم تھا

وکُنتَ بحرَالعلم . لھفی . ما رأوا من قبل قبراً فیہ بحرٌ خضرمٌ
اور تو نے علم کے سمندر کو چھپا دیا۔ آہ! کسی نے نہیں دیکھا تھا آج سے قبل ایسی قبر کو جس میں سمندر موجزن ہو

اَخفیتَ شمساً نوّرتنا حُقبۃً اَفلتْ فجنّ الناسَ لیلٌ مُظلمٌ
تو نے وہ آفتاب علم پوشیدہ کر دیا جس نے مدت تک ہمیں روشن رکھا آہ وہ غروب ہوا۔ تو لوگوں پر تاریک رات چھا گئی

ماذا یُواری القبرُ من کرمٍ و من علمٍ و من جودٍ و خُلقٍ یُکرمُ
آہ اس قبر نے کتنی خوبیاں چھپا دیں یعنی کرم علم، سخاوت اور مکارم اخلاق

یا شارحَ الاخبار، قم واشرحْ لنا خبرَ المماتِ الیومَ اذ ھو مبھمٌ
اے بنوری! شارح نبی علیہ السلام اٹھئے اور شرح کیجئے خبر موت کی۔ کیونکہ وہ مبہم ہے!

اَمفسّرالآیاتِ طولَ حیاتہٖ قم فسّرنْ لی آیَ موتٍ یھزمُ
اے بنوری! ساری عمر آیاتِ قرآن کا تفسیر بیان کرنے والے اٹھئے اور ہمارے لیے موت قاطع جنات کی آیات کی تفسیر فرمائیے

قبرُ الاحبّۃِ روضۃٌ من جنّۃٍ ھٰذا حدیثٌ قد رواہ المسلمُ
احباب خدا تعالیٰ کی قبر جنت کا باغیچہ ہوتی ہے اس حدیث کی روایت امام مسلمؒ نے کی ہے

ھٰذا الحدیث اشرحہ شرحَ مُعاینٍ لیُنافسَ المتنافسون و یجزموا
اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے آنکھوں دیکھا حال بیان کریں تاکہ لوگوں کو آخرت کی مزید رغبت و یقین حاصل ہو جائے

ماحالُ روضِکَ ، شیخنا ، بیّن لنا ماذا رُزقتَ وما حباکَ المنعمُ
اے میرے شیخ! آپ کے باغیچۂ قبر کا کیا حال ہے؟ ذرا یہ تو بتا دیں کہ قبر میں کس قسم کی نعمتیں ملیں اور اللہ نے کن انعامات سے آپ کو نوازا

انّ المساجدَ والمنابرَ اَقفرتْ ومدارس الاسلام کلٌّ اَدجمُ
آپ کی موت سے تمام مسجدیں اور منبر ویران ہیں اور کل اسلامی مدرسے غمگین ہیں!

وشعائرُ الاسلام تبکی کلّھا وکذا یلملمُ والحطیمُ و زمزمُ
اور تمام شعائر اسلامی رو رہے ہیں اور میقات یلملم، حطیم، کعبہ اور زمزم بھی گریاں ہیں

مَن لی اذا عرضَتْ شکوکٌ وابترتْ اذ کنتَ تدفعھا ولا تتلعثمُ
اب کون ہے میرے لیے جب پریشان کن شکوک درپیش ہو جائیں کیونکہ بے تردد انہیں دفع فرمایا کرتے تھے

من للاساتیذِ الھُداۃ یقودُھُم اذ کنتَ قائدَھم اذا ما اعتموا
اب کون ہے بڑے اساتذہ کے لیے کہ ان کی رہنمائی کرے کیونکہ آپ ہی ان کے قائد تھے جب وہ ظلمت میں پھنس جاتے تھے

بصّرتَھم فتبصّروا علّمتَھم فتعلّموا فی الدین مالم یعلموا
آپ نے انہیں بصیرت دی تو وہ بینا ہوئے۔ اور سکھایا تو وہ سیکھ گئے دین میں وہ امور جنہیں پہلے نہیں جانتے تھے

مَن للشیوخِ اذا المسائلُ اعضلتْ فیحلّھا حلاً لھم کی یفھموا
آج کون ہے شیوخ کے لیے جب مسائل مشکلہ پیدا ہو جائیں کہ وہ ان کے لیے انہیں ایسا حل کریں کہ سب سمجھ جائیں

من للحیاری کالحباری بعدہٗ
آج کون ہے حباری پرندے کی طرح حیران لوگوں کے لیے آپ کے بعد

یھدی اذا استھدوا فیبدوا للّھجم
تاکہ وہ وقت طلب ہدایت ان کی ایسی رہبری کرے کہ راستہ واضح ہو جائے

من للصحاح الستِ اذ قدمات من
آہ! اب کون ہے کتب صحاح ستہ کے لیے کیونکہ وہ شخص مر گیا

ما زال یدرسھا ولا یتجھّم
جو سدا ان کا درس دیتا رہا اور جبیں پر کبھی شکن نہ لائے

أم من لسنۃِ سیدِ الرسلِ التی
آہ! اب کون ہے اس سنت نبوی کے لیے جو مر گئی

ماتت فیحییھا بعزمٍ یعزم
تاکہ وہ عزم مصمم سے اس کا دوبارہ احیاء کرلے

صافی وصوفی من ضغائن کلّہا
آپ نے صفائی قلب کی ریاضت کی اور کینوں سے پاک ہوئے

انّ التصوف عروۃٌ لا تفصم
بے شک تصوف وہ کڑا ہے جو ٹوٹتا نہیں

للہ درّ فعالہٖ و مقالہٖ
سبحان اللہ! آپ کے افعال و اقوال کتنے بہتر تھے

وکمالہٖ وجمالہٖ ما یغنم
اور آپ کا کمال و علمی جمال ہمارے لیے غنیمت ہے

فحیاتہ ومماتہ کلتا ہما
آپ کی حیات و موت دونوں اللہ تعالے

للہ فھو لمثلِ ھذا یکرم
کے لیے تھیں۔ سو اللہ تعالیٰ ایسے امور کی وجہ سے اکرام فرماتے ہیں

واللہ یرجی للشدائدِ کلّہا
تمام مصائب میں اللہ تعالیٰ ہی سے خلاصی کی امید کی جاسکتی ہے

یرجوہ من ھو محسنٌ او مجرم
اسی سے امیدیں وابستہ ہیں ہر نیکوکار و مجرم کی

شیخی بابکارِ الدقائقِ مولعٌ
شیخ بنوریؒ نئی تحقیقات کے دلدادہ تھے

وبما یحجّ الخصمَ دوماً مغرم
اور ان مباحث کے عاشق تھے جو دشمن دین کو مغلوب کر سکیں

ما زال یبری أسہماً من علمہٖ
حضرت بنوریؒ ہمیشہ علمی تیر بناتے تھے تاکہ

دمغاً لجمعِ ملحدین اخر تجمعوا
ان سے ملحدوں کو دفع کرے جو اسلام کے خلاف جمع ہوتے ہیں

فجلا ظلام دجی الخصوم بھیبۃٍ
بس دفع کیا دشمنانِ دین کی ظلمت الحاد کو ایسی ہیبت سے

تدلی الرؤوس علی الصدورِ و تلجم
جس نے انسان کے سروں کو سینوں پر جھکا کر زبانوں کو لگام لگا دیا

وحمی حمی ختم النبوۃِ مخلصاً
آپ نے گلشن ختم نبوت کی اخلاص سے حفاظت کی

فاستحکم الدین الحنیف القیّم
پس مستحکم ہوا دین اسلام

ما زال یرفع من قواعدِ دینہٖ
آپ ہمیشہ قواعد دین بلند کرتے رہے

ویشید ما تبنی یداہ و یدعم
اور اپنے بنائے ہوئے دینی امور کو مضبوط کرتے اور قائم کرتے تھے

ما زلت تبکی فی اللیالی عابداً
آپ ہمیشہ رات کی عبادت کرتے ہوئے روتے تھے

وبطاعۃِ الرحمن نفسک تلزم
اور اللہ تعالے کی طاعت سے آپ کا نفس وابستہ تھا

تقضی نہارک فی الحدیث و درسہٖ
آپ سارا دن حدیث و درس میں گزارتے تھے

واللیل فی ذکرٍ ولا اتزعم
اور رات خدا کے ذکر میں اور میں بے اصل بات نہیں کہتا

ھیھات انّ الموت لو قبل الفدا
ہائے افسوس! اگر موت فدیہ قبول کر لیتی

لبذلت عنکم کلّ ما ھو اعظم
تو میں ہر بڑی چیز آپ کے بچانے کے لیے قربان کر دیتا

نرجو من الرحمن ان یؤتیک ما
امید ہے اللہ تعالیٰ سے کہ وہ آپ کو عنایت فرمادے ہر وہ چیز

ترضی یقول لکم ھناک وینعم
جو آپ کو پسند ہو، اور قبر میں احسان کرتے ہوئے یہ فرمائے۔ کہ

ماشئت قل تسمع و سل تعط المنیٰ
اے بندہ! جو چاہو کہیے۔ قبول کیا جائے گا اور مانگیے دیا جائے گا

طوبی لما یعطی الفقیہ و یرحم
زہے سعادت۔ وہ عنایات جو عالم پر رحم کرتے ہوئے قبر میں دی جاتی ہیں

فی القبر رُم نُرحَمُ وسَل تُؤتَ العُلٰے — اِنَّ المُحَدِّثَ وَالمُفَسِّرَ یُکرَمُ

اے بندہ! قبر میں مانگئے تجھ پر رحم کیا جائیگا۔ مانگئے بلندی دی جائیگی — کیونکہ محدث و مفسر کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرام کیا جاتا ہے

نرجو لکَ الغُرُفَ الزواھرَ کالسَّما — فیھا النبیّ تَزُورُہ و تُکَلِّمُ

امید واثق ہے کہ جنت میں آپ کو مثلِ آسمان بلند و حسین محل ملیں گے — جن میں آپ کو نبی علیہ السلام کی زیارت و ہمکلامی کا شرف حاصل ہو

اِجعَلْ ؛ اِلٰھی ؛ قبرَہٗ معطّرا — رَوضًا اَرِیجًا فاحَ فِیہِ العَندمُ

اے اللہ! حضرت بنوری رح کی قبر کو وہ معطر — سرسبز باغیچہ کردیں جس میں پھول مہکتے ہیں

شیخ المشائخ ؛ مَن یخالُکَ مَیِّتًا — وَفیوضُکُم تَجرِی کَمُزنٍ یَسجمُ

اے شیخ المشائخ! آپ کو کون مردہ سمجھ سکتا ہے — جبکہ آپ کے فیوضات جاری ہیں متواتر برستے ہوئے بادل کی طرح

اِذھَب ؛ محمّدُ یوسُفُ السّامِی فَنَبکِیکُم وَ نَدعُوا ما تَلَألأ اَنجُمُ

جائیے! اے شیخ بنوری بلند خصال۔ ہم آپ پر روتے رہیں گے اور آپکے لیے دعا کرتے رہیں گے جب تک ستارے چمکتے رہیں

طبی معلومات

گردے کی پتھری

بغیر اپریشن خارج ہوسکتی ہے

قارئینِ خدام الدین کی خدمت میں ایک مدت بعد پھر حاضر ہو رہا ہوں، ورنہ من آنم کہ من دانم... یعنی ؎

جب عہدِ جوانی تھا سیاست چھوڑی
پیری نظر آئی تو صحافت چھوڑی
مر کر بھی محبت نہ چھٹے گی ہم سے
اے عشق! طبیبوں نے طبابت چھوڑی

تجدیدِ محبت کا آغاز اپنے ایک مرحوم محب و مشفق بزرگ اور دوست عتیق الاطباء حکیم عبدالمجید عتیقی نور اللہ مرقدہٗ کے ذکرِ خیر سے کر رہا ہوں جن کی محبت میں کم و بیش چالیس برس گزرے اور اکتسابِ فیض کیا۔ مرحوم صرف ایک طبیب ہی نہ تھے، ایک عظیم محبِ وطن، ایک سرفروش مجاہدِ اسلام، ایک بلند پایہ ادیب، مورخ اور شاعر، اور ایک روحانی شخصیت بھی تھے۔

قدرت نے ان کی ظاہری بصارت چھین کر انہیں اس درجہ باطنی بصیرت عطا فرمائی تھی کہ ؎

جو جانتے تری زنجیرِ زلف کا عالم
اسیر ہونے کی آزاد آرزو کرتے

کوئی بیس برس پہلے ایک دن ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ گردے کی پتھری کے موضوع پر گفتگو چھڑ گئی اس سلسلے میں انہوں نے ایک ایسی دوائی کا تذکرہ کیا جو نہایت ارزاں قیمت پر ہر شہر، ہر قصبے اور ہر گاؤں بلکہ ہر گھر میں دستیاب ہے۔

ایلوپیتھی میں ممکن ہے گردے کی پتھری خارج کرنے کی کچھ دوائیں موجود ہوں۔ ہومیوپیتھی میں تو یقیناً ایسی دوائیں موجود ہیں اور طبِ یونانی اور میں بہت سی دوائیں موجود ہیں، جن میں سب سے زیادہ کارآمد حجر الیہود کا کشتہ ہے۔ حجر الیہود یا سنگِ یہود، بیر کی شکل و صورت کا ایک پتھر ہوتا ہے، جسے پانی میں گھس کر پلایا جاتا ہے، یا اس کا کشتہ کر کے مناسب کے ساتھ کھلایا جاتا ہے۔ جس سے گردے کی پتھری خارج ہو جاتی ہے لیکن یہ پتھری ریت بن کر خارج ہونے کے بجائے کنکر بن کر خارج ہوتی ہے، اور بعض اوقات اسی حالت اور جسامت کے ساتھ۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ پتھری گردے سے نکل کر مثانے کی نالی میں آ کر رک جاتی ہے اور پھر اپریشن سے نکالنی پڑتی ہے لیکن عتیقی صاحب کی مجوزہ دوائی پتھری کو ریت بنا کر خارج کرتی ہے اور مثانے کے اپریشن کی نوبت ہرگز نہیں آتی۔

راقم الحروف کو آج سے دس برس پیشتر اس مرض سے سابقہ پڑا، سخت تکلیف ہوئی۔ لیکن اس دوائی کے دس پندرہ دن استعمال سے یہ پتھری ریت بن بن کر خارج ہو گئی اور الحمد للہ کہ آج تک اس مرض سے محفوظ ہوں۔

قارئینِ کرام اب تک منتظر ہوں گے کہ آخر وہ کون سی دوائی ہے، اس کا نام تو بتایئے؟

سنیئے صاحب! وہ دوائی ممکن ہے آپ کے باورچی خانہ میں موجود ہو، اور اگر نہیں تو آج ہی بازار سے لا کر ایک ڈبے میں دوسرے گرم مصالحوں کے ساتھ محفوظ رکھ لیجئے۔ یہ دوائی ہے "اجوائن"۔ دیسی اجوائن جسے طبِ یونانی میں نانخواہ بھی کہتے ہیں۔

دیسی اجوائن پیس کر رکھئے یا ویسے ہی رکھ چھوڑیئے اور کھانا کھاتے وقت ہر سالن میں گرم مصالحہ کی طرح اجوائن بھی چھڑکیئے اور کھایا کیجئے۔ بطور حفظِ ماتقدم اس کا استعمال گردے میں پتھری پیدا ہونے نہیں دیتا، اور اگر پتھری ہو تو اجوائن کو پیس لیجئے اور ہم وزن چینی ملا لیجئے۔ دن میں دو تین خوراکیں بقدر دو ماشہ پانی کے ساتھ کھایا کیجئے۔ گرمی کا موسم ہو اور پیشاب میں رکاوٹ ہو تو ہم وزن قلمی شورہ بھی ملا لیجئے۔

گردے کی پتھری میں عموماً پیشاب رک جاتا ہے اس لیے پیشاب آور چیزیں مثلاً مولی کا پانی، خربوزے کے چھلکے کا جوشاندہ، مکئی کے بھٹے کے بالوں کا جوشاندہ، گنے کا رس وغیرہ استعمال کریں۔ دردِ گردہ میں نمک سیاہ پانی میں ابال کر پینے سے بھی افاقہ

ہو جاتا ہے۔

اس مرحلہ پر اپنے استاذ الاستاذ ارسطوئے زماں حکیم سید عالم شاہ ہمدانی مرحوم کا تذکرہ بھی بے جا نہ ہوگا۔ مرحوم اپنے زمانے میں دردِ گردہ کے معالجِ خصوصی (SPECIALIST) کہلاتے تھے اور دردِ گردہ کا علاج جنگلی کبوتر کی بیٹ سے کیا کرتے تھے۔ اسے گولیوں کی شکل دے کر چاندی کے ورق میں لپیٹ کر کھلایا کرتے تھے۔ اور مریض گولی کھاتے ہی صحت یاب ہو جایا کرتا تھا، لیکن وہ خود اسی اسی مرض میں مبتلا ہو کر دنیا سے رخصت ہو گئے، کیونکہ ؎

ملک الموت کو ضد تھی کہ مری جاں لے کے ٹلوں
سربسجدہ تھا مسیحا کہ مری بات رہے

لیکن قضا و قدر کے فرشتے کے سامنے انسان بے بس ہے!

وضاحت

"صدائے اسلام"

برادرِ عزیز!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ،

صدائے اسلام کا ساتواں سال یعنی ۱۹۷۷ء اس کے لیے بڑی ابتلاء اور آزمائش کا سال رہا۔ بھٹو صاحب کے کوئٹہ میں ایک خطاب "پردے سے باہر نکل آؤ" پر کچھ احتجاجی کلمات لکھنے کی پاداش میں اس کا ڈیکلریشن بغیر کسی قانونی جواز کے منسوخ کر دیا گیا۔

جب اس سلسلہ میں احتجاج ہوا اور ہم نے ہائیکورٹ جانے کا ارادہ کیا تو دوبارہ ڈیکلریشن مل گیا۔ ابھی کچھ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ قومی اتحاد کی تحریک کا آغاز ہو گیا اور صوبہ سرحد میں اس تحریک کا مرکز مسجد مہابت خان رہا۔ اور یہی مرکزی مسجد جامعہ اشرفیہ اور صدائے اسلام کا منبع و مرکز ہے، آئے روز کی ہنگامہ خیزیوں اور گرفتاریوں کی وجہ سے اس کی اشاعت متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

"صدائے اسلام" پر ہم اپنا خون پسینہ ایک کر کے اسے شائع کرتے ہیں اس کی چھپائی اور لکھائی و کاغذ کے علاوہ اس کا سب کچھ اعزازی طور پر کیا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جب ہم جیل میں ہوں گے، تحریکوں کو گرمائیں گے تو ہمیں مجبوراً اپنے اس عزیز پرچہ سے پہلو تہی کرنی پڑے گی، جس کے نتیجے میں اس کو لازماً ضعف پہنچے گا اور پہنچا بھی، لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کی مہربانی سے اس رب رحیم و کریم نے اس مشعل کو کسی نہ کسی صورت میں زندہ رکھا، اس کی روشنی مدھم ہوئی لیکن مٹی نہیں ؎

ہری ہے شاخِ تمنا ابھی جلی تو نہیں
جگر کی آگ دبی ہے مگر بجھی تو نہیں

چونکہ ۱۹۷۷ء میں پرچہ اپنے معیار کے مطابق شائع نہیں ہوتا رہا، اس لیے نہ ہم نے "صدائے اسلام" کے خریداروں کو پچھلے سال کا سالانہ چندہ خریداری ارسال کرنے کے لیے کہا اور نہ ہی کسی کے نام وی پی کیا۔

اب بفضلہ تعالیٰ "صدائے اسلام" کے حالات بہتر ہونے کے امکانات روشن ہونے کی کچھ امیدیں پیدا ہو گئی ہیں، مارچ ۱۹۷۸ء کو صدائے اسلام کا ساتواں سال ختم ہو رہا ہے اور یہ آٹھویں سال میں داخل ہو گا۔

اپریل ۱۹۷۸ء سے ہم "صدائے اسلام" کو نئے انتظامات کے ساتھ آفسٹ پر عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ شائع کر رہے ہیں، انشاء اللہ!

ہم صدائے اسلام کے ملک و بیرون ملک کے قارئین اور سرپرستوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ "صدائے اسلام" کا سالانہ چندہ مبلغ پندرہ روپے فی الفور ارسال فرمائیں یا ہمیں اجازت دیں کہ صدائے اسلام ان کے نام بذریعہ وی پی ارسال کیا جائے۔ مضامین نگار حضرات سے بھی گذارش ہے کہ وہ حسبِ سابق اپنی گراں قدر مضامین سے "صدائے اسلام" کو نوازیں۔

انشاء اللہ "صدائے اسلام" اپنے اسلاف اور اپنی قدیم روایات کے مطابق کلمۂ حق کہنے اور ہر ظالم کو للکارنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے گا۔ بلکہ اس صف کا ہراول دستہ ہو گا!

محمد اشرف علی قریشی
ایڈیٹر "صدائے اسلام"
جامعہ اشرفیہ پشاور

حدیث اختلافِ امت

حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" کے بارے میں عرصہ سے بحث کا میدان گرم ہے۔ کسی کو مضمون سے اختلاف ہے اور کسی کو اس کے لفظ حدیث ہیں اشتباہ و تردد ہے۔ اور ایک حد تک اتنی بات تو معقول ہے کہ تشتت و افتراق کو عذاب بتلایا گیا ہے۔ اس سے نجات و پناہ مانگی گئی ہے۔ نصوص کتاب و سنت میں افتراق و اختلاف کی مذمت بیان ہوئی ہے۔ قرآن و حدیث کے نصوص کے پیش نظر یہ شبہ درست ہے کہ جو چیز سراسر عذاب و زحمت ہے وہ رحمت کیوں کر بنی؟ الغرض اکثر ارباب فکر و نظر کے لئے یہ موضوع مرکز توجہ بنا ہوا ہے۔ اس لئے خیال آیا کہ اس کے اسنادی پہلو کو بھی روشن کیا جائے اور اس کی معنوی حیثیت سے بھی پردہ اٹھایا جائے اور جس طرح کہ حدیث افتراق امت پر ایک خلاصہ پیش کیا گیا ہے اور ایک طویل مضمون کا نچوڑ نکالا گیا ہے[1]۔ اسی انداز سے اس پر بھی چند سطریں لکھ کر ناظرین "بینات" کی خدمت میں تحفہ پیش کیا جائے۔ نیز دورِ حاضر کے بعض اربابِ فکر پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فروعی اختلاف کی بنا پر ان کی دینی منزلت و شرعی منصب مشتبہ ہو گیا ہے اور وہ ان کی حیثیت کو قابلِ تنقید سمجھ کر ایک بڑی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں ایک حد تک ان کے شبہات کا بھی ازالہ ہو جائے، اگو اصل مسئلہ مستقل توجہ و بحث کا محتاج ہے۔ اور اس کے سب پہلوؤں پر سیر حاصل بحث اور نتیجہ خیز تنقیح کی ضرورت ہے۔ اور انشاء اللہ اس سلسلہ میں جو افراط و تفریط ہو رہی ہے اس کے سدباب کے لئے دوبارہ کچھ لکھا جائے گا۔ لیکن اس وقت تو اس مضمون سے ضمناً موضوع کے ایک رخ سے نقاب کشائی ہو جائے واللہ سبحانہ ہو الموفق۔

مضمون حدیث جن کتابوں میں ہے اور جن حضرات سے روایت ہے

"حدیث اختلافِ امت" کا یہ مضمون مجموعی طور پر مندرجہ ذیل صحابہؓ سے مرفوعاً و موقوفاً روایت کیا گیا ہے۔

(۱) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ نیز حسب ذیل تابعین سے بھی مروی ہے۔

۱- قاسم بن محمد بن ابی بکر جن کا شمار مدینہ کے فقہاء سبعہ میں ہے۔

۲- عمر بن عبد العزیز، خلیفہ راشد۔

۳- یحییٰ ابن سعید الانصاری

اور مندرجہ ذیل کتب حدیث وغیرہ میں مختلف الفاظ سے مذکورۃ الصدر حدیث کسی صحابی یا تابعی سے روایت کی گئی ہے۔

مسند عبد[1] بن حمید، مسند[2] دارمی، سنن[3] ابن ماجہ، الجمع[4] بین الصحاح للعبدری مستدرک[5] حاکم، تاریخ[6] ابن عساکر، فضائل[7] الصحابہ للدارقطنی، المدخل[8] للبیہقی، طبقات[9] ابن سعد، معجم[10] طبرانی، مسند[11] الفردوس للدیلمی، کتاب[12] الحجۃ فی اثبات المحجۃ لنصر بن ابراہیم المقدسی، کتاب[13] العلم والحلم لآدم بن ابی ایاس، الرسالۃ[14] الاشعریہ للبیہقی، المختصر[15] فی اصول الفقہ لابن حاجب المالکی، غریب[16] الحدیث للامام الخطابی، مشکوٰۃ[17] المصابیح للخطیب، جمع[18] الفوائد لمحمد بن سلیمان المغربی وغیرہ۔[1]

جن کبار محدثین اور محققین نے اپنی اپنی تصانیف میں اس کا ذکر کیا ہے ان میں سے چند کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

امام[1] خطابی، ابو[2] عبد اللہ بن الحسن الحلیمی الشافعی، قاضی[3] حسین الشافعی امام[4] الحرمین الاسد الشافعی، ابو[5] العباس القرطبی المالکی، حافظ[6] حدیث برہان الدین زرکشی، حافظ[7] ولی الدین العراقی، بلکہ عبد الرؤف مناوی کے بیان سے معلوم ہوتا

لے حدیث افتراق امت کے لئے ملاحظہ ہو، بینات ج ۲ عدد ۱۔

لے ملاحظہ ہو تفسیر مظہری ج ۲ ص۱۱۶ مطبوعہ دہلی جید برقی پریس المقاصد الحسنہ للسخاوی ص۲۶ و ص۲۷، فیض القدیر للمناوی طبع مصر ج ۱ ص ۲۰۹ تا ۲۱۲ کتاب الموضوعات الکبیر للقاری ص۲ مطبع محمدی لاہور طبقات ابن سعد ص ۱۸۹ ج ۵ مطبوعہ قاہرہ

ہے کہ امام مالکؒ نے اس کو صراحت کے ساتھ حدیث کہا ہے (دیکھو فیض القدیر ج ۱ ص ۲۱۰)

اب نہایت اختصار کے ساتھ چند منتخب روایات پیش کی جاتی ہیں ۔

حضرت فاروق اعظم رضی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے صحابہ کے اختلافات کے بارے میں حق تعالیٰ سے عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی فرمایا کہ آپ کے صحابہ کی مثال آسمان کے تاروں جیسی ہے بعض زیادہ روشن ہیں بعض سے اور ہر ایک کے لئے نور ہے ان میں سے کسی کے قول کا بھی اتباع کیا گیا تو وہ ہدایت پر ہے ۔

یہ روایت مسند عبد بن حمید و مسند دارمی و ابن ماجہ، رزین عبدری حاکم وغیرہ کی ہے (بحوالہ تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۱۶ مطبوعہ دہلی)

(۲) یہی حدیث امام حدیث دارقطنی نے اپنی کتاب فضائل الصحابہ میں اور حافظ ابن عبد البر نے حضرت جابر کی روایت سے نقل کی ہے ۔ (بحوالہ مذکورہ)

(۳) یہی حدیث امام بیہقی نے کتاب المدخل میں بروایت ابن عباس نقل کی ہے ۔ (بحوالہ مذکورہ)

محدثین کی اصطلاح میں یہ تین حدیثیں ہوگئیں ۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کتاب اللہ میں ہے، اس پر عمل ضروری ہے اور کسی کا بھی ترک کرنے میں عذر قبول نہیں اور جو کتاب اللہ میں نہیں تو پھر سنت میں ہوگا اور اگر میری سنت میں نہیں تو پھر جو میرے صحابہ کہیں اور میرے صحابہ کی مثال آسمان کے تاروں جیسی ہے کسی کے قول پر بھی عمل کروگے تو ہدایت پر چلوگے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لئے رحمت ہے ۔

یہ حدیث بیہقی نے المدخل میں روایت کی ہے اور طبرانی نے معجم میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اور بدر الدین زرکشی نے بحوالہ کتاب الحجۃ للنصر المقدسی ذکر کی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کی سند میں جویبر ابن سعید ضعیف ہے اور انقطاع بھی ہے۔ لیکن واضح رہے کہ یہ ابن ماجہ کا راوی ہے اور حماد بن زید و ابن المبارک و یزید بن ہارون جیسے اکابر محدثین نے اس سے روایت کی ہے (دیکھو میزان الاعتدال للذہبی ج ۱ ص ۱۹۸) اور انقطاع امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہ کے یہاں علت قادحہ نہیں منقطع روایت ان ائمہ کے نزدیک احکام میں بھی قابلِ عمل ہے ۔

(۵) اختلاف اصحابی رحمۃ لامتی ۔

امام بیہقی نے اس کو رسالہ اشعریہ میں بغیر سند نقل کیا ہے۔ یہی روایت حافظ عراقی نے بحوالہ آدم بن ابی ایاس نقل کی ہے، سند کا ذکر نہیں کیا جس کی تفصیل حافظ سخاوی نے المقاصد الحسنہ میں کی ہے ۔

(۶) عن القاسم بن محمد قال اختلاف اصحاب محمد رحمۃ لعباد اللہ

یہ روایت تفسیر مظہری میں بحوالہ کتاب المدخل للبیہقی و طبقات ابن سعد مذکور ہے۔ طبقات ابن سعد (ج ۵ ص ۱۸۹ مطبوعہ قاہرہ) کے الفاظ سند کے ساتھ یہ ہیں

(۷) حضرت عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں مجھے اسی کی خوشی نہ ہوتی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں اختلاف نہ ہوتا، اگر اختلاف نہ ہوتا تو رخصت کہاں سے نکلتی ۔

یہ روایت بیہقی نے کتاب المدخل میں نقل کی ہے (بحوالہ سخاوی و مظہری)

الغرض ان مختلف روایات اور مختلف الفاظ و متعدد طرق و مخارج سے قدر مشترک یہی نکلا کہ حدیث کا مضمون محدثانہ نقطہ نگاہ سے قابلِ اعتبار ہے اور ایک حدیث کا صحیح ہونا، بقیہ روایات کی تصحیح کی دلیل ہے۔ نیز ان مختلف الفاظ سے مقصود بھی واضح ہوگیا ہے کہ اصلی مقصد یہ ہے کہ اختلاف کی وجہ سے حکم کا وزن ہلکا ہو جاتا ہے اور گنجائش نکل آتی ہے۔ چنانچہ حافظ شمس الدین سخاوی نے المقاصد الحسنۃ میں یحیٰی بن سعید (انصاری) سے نقل کیا ہے۔ "اھل العلم اھل توسعۃ"، یعنی علماء توسع کیا کرتے ہیں پھر خود سخاوی فرماتے ہیں کہ، "مفتیان کرام میں ہمیشہ اختلاف رہا ہے ایک جائز کہتا ہے، ایک ناجائز، لیکن ایک دوسرے کی عیب جوئی نہیں کرتے"؛ ظاہر ہے کہ منصوص حکم کے خلاف کرنا یا قطعی حکم کی نافرمانی کرنا یا اجماعی فیصلہ کی خلاف ورزی کرنا جتنا بڑا جرم ہوگا کسی اختلافی مسئلہ کی مخالفت کرنا اتنا

بڑا جرم ہرگز نہ ہوگا۔ بہر حال گذشتہ روایات و الفاظ سے جو نتائج نکلے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ کے آئندہ اختلاف سے اندیشہ ہوا کہ غیر منصوص مسائل میں ضرور اختلاف ہوگا، ایسا نہ ہو کہ یہ اختلاف قلوب میں اختلاف و تفرق و تحزب و تشیع کا ذریعہ بنے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے اطمینان دلایا کہ صحابہ حق پر ہیں، ان کے مراتب علم و فقہ میں ضرور تفاوت ہوگا، لیکن کوئی مضائقہ نہیں، ان میں ہر ایک کا اتباع رہنمائی کے لیے کافی ہوگا۔

(۳) صحابہؓ کی متابعت کا موقع اس وقت آئے گا جب کتاب و سنت میں صاف و صریح حکم نہ ہو تو پھر صحابہؓ کے اتباع میں دین ہوگا۔ اس سے خروج دین سے خروج سمجھا جائے گا

(۴) جس طرح عام انسانوں کے مزاجوں میں تفاوت ہوتا ہے کوئی عزیمت کو پسند کرتا ہے کوئی رخصت و آسانی کا متلاشی رہتا ہے کوئی احتیاط و ورع کے پہلو کو ترجیح دیتا ہے۔ کوئی عام نظام کے پیش نظر تیسیر و سہولت کو پسند کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے صحابہؓ کے مزاجوں میں بھی تفاوت ہوگا اور تابعین کی آئندہ نسلیں اپنے اپنے مزاج کے مطابق اپنے لیے رہبر منتخب کر لیں گی۔

(۵) دین اسلام کے فطری نظام کا بھی فطری تقاضا تھا کہ مسائل اجتہادیہ میں اتنی لچک رہے کہ ہر شخص اپنے ماحول اور طبعی افتاد کے مطابق انتخاب کا فیصلہ کر سکے۔

(۶) قلوب میں اتنی وسعت ہونی چاہیے کہ اجتہادی امور میں تنگ نظری و تعصب سے کام نہ لیا جائے اور اس اختلاف کو اللہ تعالےٰ کی رحمت سمجھے۔ دیکھئے اس مضمون کو کتنی صراحت کے ساتھ خلیفہ راشد امیر المومنین عمرؓ ثانی نے بیان فرمایا ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اور مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ میں ممتاز ترین شخص حضرت قاسم بن محمد ابن ابی بکر نے کس صراحت کے ساتھ اس کو اللہ تعالےٰ کی رحمت بتلایا۔ چنانچہ الشیخ عبد الرؤف المناوی نے فیض القدیر میں بڑے شرح و بسط کے ساتھ فرمایا کہ "حدیث مذکورہ کا مصداق فروعی اجتہاد ہیں اور مذاہب امت کا فروعی اختلاف اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت اور بڑا فضل و کرم ہے ہاں اصول و عقائد میں اختلاف کرنا یہ گمراہی و ضلالت ہے۔" حافظ ابو عمرو بن الصلاح سے بھی یہی مضمون موصوف نے نقل کیا ہے اس لیے امام خطابی نے بڑے زور و شور سے فرمایا ہے کہ اس حدیث پر صرف دو شخصوں نے اعتراض کیا ہے کہ اگر اختلاف رحمت ہے تو اتفاق عذاب ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ یہ کہنے والا ایک اسحاق موصلی ہے جو بے دین ہے اور دوسرا جاحظ ہے جو ملحد ہے موصوف کے الفاظ ہیں۔

بہر حال امام خطابی اور بہت سے محققین نے یہی سمجھا ہے کہ حدیث کا تعلق اور اس اختلاف کا محل فروعی اجتہادی مظنون مسائل شرعیہ میں دین اسلام کے منصوص مسائل و آیات بینات جو قرآن و سنت میں فیصلہ شدہ ہیں وہ نہیں ہیں اور ظاہر ہے کہ ان میں اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، البتہ ان نصوص کی دلالت اگر قطعی نہیں یا تعارض ہے اور اجماع وغیرہ اس باب میں نہ ہو تو نصوص شرعیہ اور احادیث نبویہ کے محامل و معانی و مقاصد میں اختلاف کا درجہ یہی ہوگا جو فروعی مسائل اجتہادیہ کا ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی محدث وقت اپنی بے نظیر تفسیر المظہری (ج ۲ ص ۱۱۵) آیہ کریمہ ذیل کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

جس کا خلاصہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یہ یہود کا کام ہے۔ کہ بینات آنے کے بعد تفرق و اختلاف کرتے ہیں۔ بینات سے مراد قرآن کریم کی آیات محکمہ یا احادیث متواترہ قطعیہ اور اجماع امت ہے۔ الغرض منکر اختلاف وہ ہے جو اصول دین میں ہو یا ان فروع دین میں ہو جو اجماع امت سے ثابت ہیں جیسے وضو میں پاؤں کا دھونا یا موزوں پر مسح کرنا یا خلفاء راشدین کی خلافت کا ثبوت۔ رہا مجتہدین امت کا وہ اختلاف جو سعی و کوشش کے باوجود ادلہ ظنیہ کی وجہ سے باقی رہا تو یہ معاف ہے اور اللہ تعالےٰ کی رحمت ہے پھر قاضی صاحب نے اس کی تائید میں گذشتہ روایات ذکر فرمائی ہیں۔ تابعین کے ان آثار سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث "اختلاف امتی رحمۃ" سے مراد یہی فروعی اختلاف ہے۔ دین کے مسائل شرعیہ میں ائمہ کا اجتہادی اختلاف ایک مسلمہ حقیقت ہے، نقل کے علاوہ عقل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور ائمہ دین کے اجتہادی دور کی پوری تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر کسی کو مجال انکار باقی نہیں رہ سکتا۔ اور حدیث کا مقصد بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ مزید غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان روایات میں وہی حقیقت جلوہ گر ہے، جو فضائل صحابہ اور مناقب امت محمدیہ میں آئی ہے کہ "یہ امت کبھی گمراہی پر متفق نہ ہوگی" اور حق ان کے اندر دائر سائر رہے گا۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے میری درخواست قبول فرمائی۔" وغیرہ وغیرہ مختلف روایات جو متعدد صحابہ کرامؓ سے کتب حدیث میں موجود ہیں۔

باقی آئندہ شمارے میں

بقیہ : مجلسِ ذکر

کھایا پیا اور چل دیئے، یہ انسانیت نہیں ہے۔ صحیح معنوں میں انسان وہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر چلتا ہے۔

ہم ظاہری اسباب سے یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میں جنت والے کام کر رہا ہوں کہ جہنم والے کام کر رہا ہوں، انسانوں والے کام کر رہا ہوں یا حیوانوں والے کام کر رہا ہوں اللہ کی رضا والے کام کر رہا ہوں یا ناراضگی والے کام کر رہا ہوں۔ میں خود بھی اپنے متعلق اندازہ لگا سکتا ہوں۔ ایک ہے انسان کی ظاہری صورت کم از کم انسان اپنی ظاہری صورت ہی اگر اسلام کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق بنالے تب بھی کچھ کہہ سکتا ہے کہ ظاہری اسباب تو اسلام کے مطابق ہیں اور اسلام بھی نام ظاہری اعمال کا ہے اور ایمان نام عقائد کا ہے۔

تو فرمایا، وہ کیا ہیں؟ صورت ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جیسی ہو اور پانچ وقت کی نماز پڑھے خدا کی توحید پر، رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی رسالت پر کامل یقین رکھے، اور اسی طریقے سے رمضان شریف کے روزے رکھے، حج فرض ہے تو حج کرے، زکوٰۃ فرض ہے تو پائی پائی گن کر ادا کرے۔ ہم سمجھیں گے کہ یہ اسلام والے کام کر رہا ہے، کسی درجے کا مسلمان ہے، لیکن ایک چیز اس کے اندر ہے، وہ روح ہے، اس کے امراض ہیں جب تک ان امراض سے انسان شفایاب نہ ہوگا اسوقت تک جنت میں جانا بہت مشکل ہے۔

امراضِ روحانی اور امراضِ جسمانی

اگرچہ اسلام کے ظاہری عقائد، قرآن کی تعلیم نہ بھی حاصل کر سکا (خدانخواستہ) لیکن اس کو صحبت مل گئی اہل اللہ کی، اگر اس کی اصلاحِ حال ہو گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ قبر جنت کا باغ بن جائے گی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ہوتے، نہیں ہوتے، نہیں ہوتے ..... تین دفعہ فرماتے تھے، تاکید اور تائید کیلئے اور فرماتے تھے کہ وہ موتی قبر میں بھی ساتھ جائیں گے، حشر میں بھی ساتھ جائیں گے، قبر جنت کا باغ بنے گی اور حشر میں اللہ تعالیٰ خوش ہو کر اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ وہ موتی اہلِ اللہ کی صحبت میں کیا ہیں؟ انسان کو ان کی صحبت میں رہ کر شریعت پہ چلنا آسان ہوتا ہے۔ امراضِ روحانی سے شفا ہوتی ہے، اگر امراضِ جسمانی انسان کو تڑپائیں بھی دنیا میں تو اس کا دنیا میں علاج ہے۔ مثلاً آپ ہسپتالوں میں دیکھیں، بہت سے مریض بچارے تڑپتے ہیں۔ بعض حضرات گھر میں بیمار ہوئے، درد شروع ہوا، درد میں آدمی تڑپ رہا ہے یا دردِ گردہ اس کو ہو گیا، ڈاکٹر صاحب آئے، مارفیا کا انجکشن اس کو لگا دیا، ابھی زندہ ہے، زمین کے اوپر ہے، مارفیا کے انجکشن سے تکلیف کو محسوس نہیں کرتا، اس کو اب ہوش نہیں رہی، تو کسی حد تک اس کو افاقہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مارفیا کے انجکشن کا اثر زائل ہوا، درد پھر شروع ہو گیا۔ دنیاوی امراض کا عارضی علاج تو ڈاکٹروں کے پاس ہے لیکن امراضِ روحانی کے مریض جب قبر میں جا کر تڑپیں گے وہاں ان کا پھر کوئی علاج نہ ہو گا، نہ کوئی انجکشن ہو گا نہ کوئی پوچھنے والا ہو گا۔ اس لیے امراضِ روحانی زیادہ مہلک ہیں امراضِ جسمانی سے۔ جسمانی امراض کا علاج یہاں ہو سکتا ہے، امراضِ روحانی کا بھی یہیں ہو سکتا ہے لیکن اگر امراضِ روحانی قبر میں گئیں تو قبر جہنم کا گڑھا بنے گی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہوں گے، جہنم میں جانا پڑے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے حوضِ کوثر کا پانی نصیب نہ ہو گا۔

اس لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ اس بات پر زور دیا کرتے تھے، فرماتے تھے کہ اصلاحِ قال سے زیادہ اصلاحِ حال کی ضرورت ہے۔ قال میں کسر رہ بھی گئی تو کوئی بات نہیں۔

ایک اللہ والی عورت کا واقعہ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند اسی موضوع پر بول رہے تھے میں نے خود اپنے کانوں سے ان کی زبانی ایک قصہ سُنا۔ فرمایا:

ایک عورت تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی۔ کسی اللہ والے کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ اس نے اللہ کا نام سکھایا اور اس نے اس نام کو خوب پکایا۔ (حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ عورتیں جب ریاضت اور عبادت کے میدان میں آتی ہیں تو مردوں سے آگے نکل جاتی ہیں انہوں نے چونکہ گھر میں رہنا ہوتا ہے اور باہر کی سوسائٹی سے بچی رہتی ہیں اور بُری صحبت سے محفوظ رہتی ہیں، گھر کی چار دیواری میں کام کیا اور اللہ کا ذکر کیا، اس لیے یہ مردوں سے آگے نکل جاتی ہیں)

حضرت قاری صاحب نے فرمایا کہ وہ عورت قرآن شریف پڑھی ہوئی نہیں تھی لیکن جب اللہ نے اس کے دل کو اپنے نام سے منور کر دیا، اپنی یاد کی توفیق عطا فرما دی، پھر اس کو شوق ہوا کہ قرآن کی تلاوت بھی کرنی چاہیے وہ پڑھی ہوئی تو تھی نہیں، قرآن شریف کھول کر آگے رکھ لیتی اور انگلی اٹھا کر ہر سطر پر رکھ دیتی اور کہتی جاتی: یہ بھی میرے اللہ نے سچ فرمایا، یہ بھی میرے اللہ نے سچ فرمایا، یہ بھی میرے اللہ نے سچ فرمایا"۔

پھر ورق الٹ لیتی اور یہی کلمہ دہراتی جاتی "یہ بھی میرے اللہ نے سچ فرمایا، یہ بھی میرے اللہ نے سچ فرمایا"

حضرت قاری صاحب نے فرمایا کہ اگر قاری قرآن پڑھے تو شاید شیطان اس کے قرآن پڑھنے کو بھی آگ لگا دے، ریاء کاری کا زہر ملا کے اس کو ضائع کر دے لیکن یہ عورت قرآن تو نہیں پڑھ سکتی تھی مگر جس عقیدت، محبت اور عشق کیساتھ قرآن شریف کی ہر سطر پر انگلی پھیر کر وہ کہتی تھی کہ "یہ بھی میرے اللہ نے سچ فرمایا"۔ "یہ بھی میرے اللہ نے سچ فرمایا" تو اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ عمل قاری کے پڑھنے سے زیادہ محبوب تھا۔ اس کی اصلاحِ حال ہو چکی تھی، دل میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا جذبہ موجزن تھا۔

حضرت بلالؓ کا رُتبہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شین نہیں بول سکتے تھے، سین کہتے تھے:۔

اسھد ان لا الہ الا اللہ

اسھد ان محمدا رسول اللہ

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بعض اوقات اس بات پر عرض بھی کیا کہ یا رسول اللہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ شین نہیں بول پاتے، سین بولتے ہیں، اگر آپ اجازت دیں تو کسی اور مؤذن کا تقرر کر دیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ نہیں کہا کہ مؤذن کو تبدیل فرما دیں اس لیے کہ وہ شین نہیں بول سکتے تھے۔ نہیں، اللہ تعالیٰ تو دل کو دیکھتے ہیں، فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا سین تمہارے سب کے شین سے زیادہ پیارا ہے۔ میں مؤذن کو تبدیل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

بگذار قال را و بشو مردِ حال

بر اشہدِ تو خندہ زند اسہدِ بلالؓ

اصلاحِ حال بہت بڑی نعمت ہے جس کو یہ نصیب ہو جائے وہ خوش قسمت ہے۔

عقیدت، ادب اور اطاعت کی تین تاریں

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو دنیا میں کھرے اولیاء کرام کی صحبت نصیب ہو جائے اور ان کی صحبت میں رہ کر کچھ فائدہ بھی وہ حاصل کر جائیں، اور وہ اپنی اصلاحِ حال کروا جائیں۔

اور بدنصیبی ہے ان لوگوں کی جو اوّل تو اللہ کی طرف آتے ہی نہیں اور اگر کوئی دروازہ مل بھی جائے تو عقیدت ادب، اطاعت کی تاروں سے تعلق شیخ کے قلب کے ساتھ نہیں جُڑتا اور وہ فیض سے محروم رہ جاتے ہیں۔ خدا کسی کو اپنے شیخ کی محبت سے محروم نہ فرمائے۔ اور یہ بڑی بدنصیبی کی بات ہے، اوّل تو اہلِ اللہ ملتے نہیں، مل جائیں تو فیض حاصل کرنا بہت مشکل بات ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، اللہ والوں کا ملنا بھی مشکل، مل جائیں تو ان سے فیض حاصل کرنا اس

سے بھی زیادہ مشکل۔

کسرِ نفسی

میں بے علم ہوں، مقرر بھی نہیں ہوں، تقریر بھی مجھے کرنی نہیں آتی۔ آپ حضرات نے مجھ پر یہ بوجھ ڈالا ہوا ہے، میں بڑا پریشان بھی ہوتا ہوں میری نالائقی کے جملے پرچے میں چھپ بھی جاتے ہیں، لوگ کیا کہتے ہوں گے، پڑھ کے؟ کہ اس بندے کو آتا تو کچھ ہے نہیں، خواہ مخواہ اس کا نام "خدام الدین" میں آ جاتا ہے مگر بہر حال وہ جیسے فرماتے ہیں کہ گندم کے ساتھ مٹی بھی اسی بھاؤ تُل جاتی ہے۔ حضرت دامت برکاتہم کے مواعظ و ارشاداتِ عالیہ چونکہ اس پرچے میں چھپتے رہتے ہیں اور دیگر بزرگوں کے بھی ارشادات اس میں چھپتے رہتے ہیں شاید اس سے ہمارا بھی خدا بیڑا پار کر دے۔

دُعا

اللہ تعالیٰ مجھے بھی آپ کو بھی جب تک زندہ رکھے، اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اولیاء کرام سے اپنی اصلاحِ حال کرا کے دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کی قبروں کو جنت کا باغ بنائے۔ (آمین)

بقیہ : خُطبۂ جُمعہ

ملتا ہے، حضور علیہ السلام کا وجودِ مسعود اس لشکر میں موجود ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان جیسے نفوسِ قدسیہ بھی ہیں۔ لیکن ——— خدا کہتا ہے کہ "ان پر زمین تنگ ہو گئی" کیوں محض اس لیے کہ وقتی طور پر "رحمتِ حق" اُٹھ گئی اور جونہی رحمتِ حق نے دوبارہ سہارا دیا تو یکایک حالات بہتر ہو گئے اور اکھڑے ہوئے قدم جم گئے۔

آج کے حالات

ہم اپنے حالات کا جائزہ لیں تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ ہم "رحمتِ حق" سے محروم ہیں۔ معاشرہ انتشار و ابتری کا شکار ہے، افلاس و بے چینی کا دور دورہ ہے، عدل و انصاف نام کو نہیں۔ اور چاروں طرف سے مصائب نے گھیرا ہوا ہے۔ اس کی وجہ محض یہی ہے کہ ہماری نظریں اپنے مصنوعی وسائل پر ہیں، اور جو حقیقی سہارا ہے اس سے ہمارا تعلق ٹوٹ چکا ہے، نتیجہ واضح ہے کہ دنیا ہم پر تنگ ہے۔ اور ہم ساری دنیا کے لیے تماشا بن چکے ہیں۔ اس گرداب سے نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ خدا کی رحمت ہمارے شاملِ حال ہو جائے اور وہ اس صورت میں شامل ہو سکتی ہے کہ ہم خدا کے احکامات کو ماننے والے اور ان پر عمل کرنیوالے بن جائیں۔ بصورتِ دیگر بربادیوں کی جو لہر ہمارے وجود کے لیے خطرہ بن چکی ہیں وہ ہمیں مٹا کر دم لیں گی ——— اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کر کے صحیح راہ پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العالمین ؎

بقیہ : اداریہ

جرائد لمبی لمبی کاروں، بلند و بالا بلڈنگوں اور وسیع و عریض دفاتر کے کیسے مالک بن گئے؟ کون سا الٰہ دین کا چراغ ان کے پاس ہے؟ جس نے انہیں اس ملک کا کروڑ پتی سیٹھ بنا دیا ہے؟

ہم عبوری حکومت کے سربراہ سے گذارش کریں گے کہ یقیناً ہماری باتوں میں تلخی کا عنصر موجود ہوگا لیکن ہم نے جو کچھ کہا "اصلاح" کی غرض سے کہا اور ضرورۃً کہا کیونکہ اب وقت آ گیا ہے کہ نرمی و احتیاط پسندی سے بالاتر ہو کر اس "سختی" سے کام لیا جائے جو ایک بگڑے ہوئے معاشرہ کے لیے ازبس ضروری ہے۔ بصورتِ دیگر یہ نرمی ملک کے لیے اور خود آپ کے لیے نقصان دہ ہوگی اور یاد آیا جناب "کوثر نیازی" جیسے "نیک طینت اور پاک دامن" حضرات جو ملکوں ملکوں سیر کرتے پھرتے ہیں ان کے متعلق بھی قوم کو مطمئن کیا جائے کہ ان کا دامن کس حد تک صاف ہے؟

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مشکلات پر جلد از جلد قابو پانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

علی — ۳ ربیع الثانی ۹۸

تقریظ و تنقید

العلم والعلماء

پانچویں صدی ہجری کے مشہور مصنف علامہ ابن عبدالبر الاندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ شہرہ آفاق حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ کی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" علم، فضیلت علم، اہل علم کی عظمت اور ذمہ داریوں پر منفرد کتاب تسلیم کی جاتی ہے اور بلا شبہ عربی ادب اس کتاب کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کو محدثین کرام کے طریقہ پر مرتب کیا گیا ہے، یعنی اس میں ابواب قائم کیے گئے ہیں، ہر باب میں روایات کو جمع کیا گیا ہے۔ روایات کے تکرار اور اسانید کے بیان کے پیش نظر کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہو گئی اور چھپ گئی لیکن یہ تکرار و طوالت موجودہ مذاق پر چونکہ گراں گزرتی تھی اس لیے بعض مصری علماء نے اس کا اختصار کر دیا جس کے سبب کتاب پہلے سے زیادہ دلچسپ اور مفید بن گئی۔

کتاب کی اہمیت، جامعیت اور مسلمہ حیثیت کے پیش نظر برصغیر کے صاحب علم و ذوق عالم رہنما مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے ایما و توجہ سے موصوف کے خاص صاحب تعلق اور برصغیر کے مشہور صاحب قلم مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی نے اس کا ترجمہ کیا جو ایک عرصہ تک یونہی پڑا رہا اور اس کی اشاعت نہ ہو سکی۔ آزادی وطن کے بعد جب قدرے اطمینان کی صورت پیدا ہوئی تو دہلی کے مشہور اشاعتی ادارہ "ندوۃ المصنفین" کے ناظم و منتظم مولانا مفتی عتیق الرحمان عثمانی نے مترجم صاحب سے کتاب حاصل کر کے اس کی اشاعت کا انتظام فرمایا، اور یوں یہ کتاب دنیا کے سامنے آگئی۔

مدینۃ العلم قرطبہ کے عظیم المرتبت صاحب قلم کی کتاب، مولانا ابوالکلام آزاد کا حسن انتخاب، ... مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کا شستہ و رواں ترجمہ، اور "ندوۃ المصنفین" دہلی جیسے ثقہ ادارہ کا اہتمام اشاعت۔ یہ تمام باتیں کتاب کے لیے سند کا درجہ رکھتی ہیں۔

اصل کتاب کے ترجمہ سے قبل فاضل مترجم نے ۳۰ صفحات پر مشتمل مفصل مقدمہ لکھا ہے۔ جس میں اسلام سے پہلے دنیا کے علوم، مسیحیت کے تعصب، اس کے ہاتھوں علم کی درگت اور پھر اسلام کی علم نوازی پر قابل قدر شہادتیں جمع کی ہیں۔ مرحوم مولانا عبدالرزاق (جو تاریخ و ادب کے میدان میں ایک مسلمہ حیثیت کے مالک تھے)، نے یہ مقالہ ایزاد کر کے بہت بڑا احسان کیا ہے۔ یہ صفحات خاص طور پر ان لوگوں کے لیے تریاق کا درجہ رکھتے ہیں جو مسیحیت سے خواہ مخواہ مرعوب و متاثر ہیں۔

پاکستان و ہندوستان کے درمیان "علم" کے تبادلہ کے سلسلہ میں جو پریشانیاں موجود ہیں ان کے پیش نظر ہندوستانی نسخہ کا حصول اور اس سے استفادہ جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی لاہور نے کتاب کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ چھپوا دیا ہے۔ کاغذ سفید براق، کتابت فوٹو کی اور انتہائی بڑھیا، طباعت میں خوش ذوقی کا بھرپور مظاہرہ اور جلد میں مضبوطی و نفاست کا حسین امتزاج۔ کتاب ۲۲ روپے میں دستیاب ہے جو واجبی قیمت ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اہل ذوق اس کتاب کو حاصل کر کے اس سے بھرپور استفادہ کریں گے اور اپنی لائبریریوں کی زینت بنائیں گے

بقیہ احادیث الرسولؐ

کرنا چاہتا ہے اور اخلاق کے اصول یہ ہیں کہ آدمی کسی کو نہ ستائے۔ کسی کا دل نہ دکھائے، بڑوں کی تعظیم کرے، چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئے، بزرگوں کا حکم مانے، اپنے کام اور کلام سے کسی کو اذیت نہ پہنچائے۔ نماز روزہ اور دیگر ارکانِ اسلام اخلاق کی درستی کے لیے فرض کیے گئے ہیں۔ اگر اس سے اخلاق ہی درست نہ ہوئے تو گویا ان کے مقرر کرنے سے جو غرض تھی وہ پوری نہ ہوئی۔

اس حدیث میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض عبادت ادا کرنے کے بعد دوسروں کے ساتھ بھلائی کی کوشش میں لگے رہنے اور رفاہ عام کے کام کرنا نفل پڑھنے سے یا نفلی روزے رکھنے سے بہتر ہے۔ نیز بداخلاق لوگ یقیناً اپنے مذہب کو بدنام کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق العباد کی پرسش بڑی زبردست ہوگی۔ پڑوسیوں کو خوش رکھنے اور ان کو آرام پہنچانے کی ابتدا یہاں سے ہوتی ہے کہ ان کے ساتھ شیریں بیانی سے پیش آئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ نمازیں پڑھنے والی مگر ہمسایہ کو ستانے والی عورت کو جہنم کا ایندھن بیان کیا۔ اس کے برعکس نمازوں اور صدقات میں زیادہ حصہ نہ لینے والی مگر ہمسایہ سے بدزبانی اور بدسلوکی نہ کرنے والی خاتون کو جنت کی مستحق قرار دیا۔

تحریک نفاذ شریعت کے شہداء، مجروحین اور شہداء کو خراج تحسین
پیش کرتے ہوئے

قائد قومی اتحاد مولانا مفتی محمود مدظلہ

کی ولولہ انگیز قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں۔

(مولانا) عبدالعزیز سرپرست ۔ ممتاز علی (امیر) صوفی محمد انور (ناظم عمومی)
محمد ولایت دار اراکین جمعیۃ علماء اسلام ۔ الدھے والا وڑائچ ۔ ضلع گوجرانوالہ ۔

نہایت پائیدار اور معیاری

دینی مدارس کے لیے خاص رعایت

جیوٹ ہیسئن — ہیسئن مکس

سکول ٹاٹ

قریشی سنز ۱۳-۱اے جہال روڈ ساہیوال
فون ۲۵۷۰

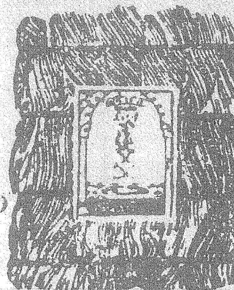
فوارہ مارکہ

اعلیٰ قسم کا

سوتی دھاگہ

سنگل اور فولڈڈ

۱۰ کاؤنٹ سے ۴۰ کاؤنٹ تک ہینکس کے علاوہ کونز میں
بھی دستیاب ہے







تیار کنندگان

ڈی۔ ایم۔ ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

ہیڈ آفس: ۱۱۶ کاٹن ایکسچینج بلڈنگ ۔ پوسٹ بکس نمبر ۴۹۶۱ — کراچی
تار کا پتہ: DOSTCOT — فون: ۲۲۲۹۳ — ۲۳۱۳۳
ملز: ۔ نئی چھاؤنی ۔ پوسٹ بکس نمبر ۵۳ ۔ راولپنڈی
تار کا پتہ: LINE ۔ فون

ORIENT

اللہ کے فضل سے

فضل ہوزری

کی
امتیازی مصنوعات

بنیان، جالی، سمر کنگ، انٹرلاک اور
جراب

ہر سائز، ہر قسم، ہر جگہ دستیاب ہیں۔

فضل ہوزری

جناح کالونی، فیصل آباد

۲۲۱۶